ابنِ صفی

جلد نمبر
22

جاسوسی دنیا

70- جاپان کا فتنہ

71- دشمنوں کا شہر

جاسوسی دنیا نمبر 71

دشمنوں کا شہر

(دوسرا حصہ)

بُرا آدمی

نادر نے نصیر آباد پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا۔ وہ اپنا سب کچھ بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اپنی بدنامیاں، اپنی دولت، اپنا رُعب، سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا تھا اور اب وہ پیچھے مڑ کر دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔

وہ رام گڈھ سے آیا تھا۔ رام گڈھ کے نادر سے تو وہ لوگ بھی واقف ہوجاتے تھے جن کا قیام وہاں عارضی ہوتا تھا۔ نادر رام گڈھ کا زلزلہ تھا۔ لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ جدھر نادر کی موجودگی کا شبہ بھی ہوجاتا اُدھر سے مالدار لوگوں کا گزر کم ہی ہوتا تھا۔ رام گڈھ کا مالدار طبقہ خصوصیت سے اُسے ہوّا سمجھتا تھا۔

نادر کون تھا؟ ایک تعلیم یافتہ بدمعاش جو محض اپنی فطری جھلاہٹ کی وجہ سے بدمعاش بن گیا تھا۔ وہ کافی ذہین اور باصلاحیت آدمی تھا۔ اس لئے قانون کی زد سے بچتا ہی رہتا تھا۔ مقامی حکام سے بھی اس نے نہیں بگاڑی تھی اور ان کی خدمت ہی کرتا رہتا تھا۔ لہٰذا اُسے کافی چھوٹ مل گئی تھی۔ ویسے وہ اس قسم کے حالات ہی نہیں پیدا ہونے دیتا تھا کہ مقامی حکام کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوتی۔ وہ علانیہ لوگوں کو لوٹ لیتا تھا۔ لیکن ایسے حالات پیدا ہونے کے بعد کہ وہ کسی سے فریاد تک نہ کرسکتے۔

اسی نادر کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب آیا اور اس انقلاب کا بانی صرف ایک جملہ ہوا تھا، جو آج بھی اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

''اور جب وہ فاتح کی حیثیت سے مکے میں داخل ہوئے تو انہوں نے

ان لوگوں سے انتقام نہیں لیا جو اُن پر اوجھڑیاں پھینکتے تھے، ان کی راہ میں کانٹے بچھاتے تھے۔ اُن پر پتھر پھینکتے تھے۔ ان تمام لوگوں کے لئے کھلی ہوئی معافی تھی جنہوں نے انہیں ہجرت پر مجبور کیا تھا۔"

وہ انقلاب اس وقت ہوا تھا جب وہ ایک دشمن سے انتقام لینے جا رہا تھا اور وہ یقیناً اُسے موت کے گھاٹ اتار دیتا کیونکہ کچھ ہی دن پہلے اس نے بھرے مجمع میں اس کی توہین کی تھی اور نادر نے اسی وقت تہیہ کر لیا تھا کہ اُسے زندہ نہ چھوڑے گا۔

وہ اس رات اسی ارادے سے نکلا تھا۔ اس کی جیب میں بھرا ہوا بے آواز ریوالور بھی موجود تھا اور حالات ایسے تھے کہ وہ بڑی آسانی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔

لیکن راہ میں ایک واعظ کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اُسے مذہب سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں تھا اور وہ کبھی مذہبی جلسوں کی طرف رُخ بھی نہیں کرتا تھا۔ واعظ تقریر کرنے سے پہلے نظم پڑھ رہا تھا اور پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ نادر بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا گیا۔ یوں بھی اُسے دو گھنٹے تک اِدھر اُدھر رہنا تھا کیونکہ کام کا وقت تو پروگرام کے مطابق دو گھنٹے بعد ہی آتا۔

وہ جلسہ گاہ کے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔

نظم ختم ہونے پر تقریر شروع ہوگئی اور نادر بس یونہی بیٹھا رہ گیا۔ اس نے سوچا یہیں کیوں نہ دو گھنٹے گذار دیئے جائیں۔

تقریر رسول کریمؐ کی سیرت پر تھی۔ نادر کا سر خود بخود جھکتا چلا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے واعظ کا ایک ایک لفظ کانوں سے گذر کر اس کی روح میں تحلیل ہو رہا تھا اور پھر جب واعظ اس موضوع پر آیا کہ رسول کریمؐ نے کبھی کوئی منتقمانہ کارروائی نہیں کی تو نادر کی حالت غیر ہوگئی۔ اُس نے سنا کہ رسول کریم نے اس عورت سے بھی انتقام نہیں لیا تھا جس نے ان کے چچا کا جگر تک چبا ڈالا تھا۔ اس نے سنا کہ طائف والوں نے پتھر مار مار کر رسول کریمؐ کا سارا جسم لہولہان کر دیا تھا لیکن اس حال میں بھی دنیا کے سب سے بڑے انسان نے ان کی بہتری کے

لئے ہی دُعائیں مانگی تھیں۔

نادر نے یہ سب کچھ سنا بچوں کی طرح رو پڑا۔ اس کا بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ کسی بڑے مجمع میں رو رہا ہے۔ شاید وہ زندگی میں پہلی بار اس طرح رویا تھا۔ رونا تو بڑی بات ہے کبھی رونے کا خیال بھی اس کے ذہن کے ڈھکے چھپے گوشوں میں نہیں جھانکتا تھا۔ کیونکہ وہ پتھر تھا۔ اُسے دوسروں کی گریہ وزاری بھی متاثر نہیں کرسکتی تھی۔

مگر وہی نادر اس وقت بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

انتقام کا وقت نہ جانے کب کا گذر چکا تھا۔ نادر اُسی وقت اٹھا جب دوسرے اٹھ رہے تھے۔ یعنی جلسہ ختم ہو چکا تھا۔

نادر کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھی۔ لیکن اسکے قدم گھر ہی کی طرف اٹھتے رہے۔ وہ ایک بڑے اور خوبصورت مکان میں رہتا تھا اس کے پاس کار بھی تھی اور بظاہر وہ سمور کا ایک خوشحال بروکر تھا لیکن حقیقتاً سمور کی دلالی برائے نام تھی دولت سمیٹنے کے ذرائع تو دوسرے ہی تھے۔ مثلاً منشیات کی ناجائز تجارت قمار بازی اور فریب دہی..... وہ ایک چالاک قاتل بھی تھا۔ اتنا چالاک کہ بحیثیت قاتل اس کا نام کبھی نہیں لیا جاسکا تھا۔

اس نادر کی زندگی میں انقلاب کا بانی ایک پیشہ ور واعظ بن گیا وہ واعظ جو آئے دن گراموفون کے ریکارڈ کی طرح اپنی تقریریں دہراتا رہتا تھا اور جو بالکل اسی طرح سنی اور پسند کی جاتی تھیں جیسے مشاعرے الٹ دینے والے اشعار سنے اور سراہے جاتے ہیں۔ وہی واعظ ایک سوئی ہوئی روح جھنجھوڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

نادر نے نیک بننے کا فیصلہ ہلکے سے نشے کے عالم میں کیا تھا لیکن نشہ اُترنے کے بعد بھی وہ اپنے فیصلے پر قائم رہا۔

اس نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس صراحی کا پانی پینا بھی اب اسے گوارا نہ تھا جو پہلے سے اس کے گھر میں موجود تھی۔ جب تک وہ اس گھر میں ٹھہرا سڑک پر لگے ہوئے نل سے پانی پیتا رہا اور اس وقت تک بھوکا ہی رہا جب تک کہ اپنے ایک شریف شناسا سے کچھ روپے قرض نہیں

لے لئے۔ اس نے اس سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ رام گڈھ سے جا رہا ہے اور جب بھی وہ اس کے روپے ادا کرنے کے قابل ہوا بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دے گا۔ اس شناسا نے بھی سمجھا ہوگا کہ شاید وہ نشے میں ہے اس لئے اس نے چپ چاپ طلب کی ہوئی رقم اس کے ہاتھ پر رکھ دی تھی۔ سبھی نادر سے ڈرتے تھے۔

نادر کو وہ لباس کاٹ رہا تھا جو پہلے سے اس کے جسم پر موجود تھا۔ اس نے قرض کے روپیوں میں سے اپنے لئے معمولی قسم کے ریڈی میڈ کپڑے خریدے اس طرح اس گھٹن سے نجات پائی جو پرانے لباس کی وجہ سے اس کی روح پر طاری تھی۔

پھر وہ نصیر آباد کے لئے روانہ ہو گیا۔ رام گڈھ میں اپنی ساری املاک جوں کی توں چھوڑ گیا تھا۔ مختلف بینکوں میں اس کی بڑی بڑی رقومات تھیں لیکن وہ انہیں بھی بھول جانا چاہتا تھا۔

نصیر آباد پہنچ کر اس نے ریلوے کے اس شیڈ میں پناہ لی جو تیسرے درجے کا مسافر خانہ کہلاتا تھا اور دوسرے ہی دن سے اس نے ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔

وہ گریجویٹ تھا اور بزنس کا کافی تجربہ بھی رکھتا تھا۔ اس لئے ایک ایسی فرم میں اُسے کلرک کی جگہ مل گئی جو روئی کی تجارت کرتی تھی۔

تین دن تک وہ اطمینان سے کام کرتا رہا۔ چوتھے دن اچانک منیجر نے اُسے اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔ یہ ایک بھاری جسم اور معمول سے زیادہ چھوٹی آنکھوں والا یوریشین تھا۔ اس نے نادر کو نیچے سے اوپر تک گھور کر دیکھا اور پھر فون کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''تمہاری کال ہے۔'' ریسیور میز پر پڑا ہوا تھا نادر نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اٹھایا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہاں کون جان پہچان والا نکل آیا۔

''ہیلو.....!''

''ہیلو.....کون ہے۔'' کسی نے انگریزی میں پوچھا۔ لہجہ غیر ملکیوں کا سا تھا۔

''نادر.....!''

''اوہ نادر.....وہی نادر جو منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے۔ رام گڈھ والا۔''

''ہاں.....مگر اب نہیں۔''

''وہی نادر جو فریب دہی کا ماہر ہے۔''

''کچھ دن پہلے کی بات ہے۔''

''وہی نادر جو قاتل بھی ہے۔''

''میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا۔ بشرطیکہ تم ثابت کرسکو۔''

''تم اس فرم کے ساتھ کوئی لمبا فراڈ کرنا چاہتے ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ غلط ہے۔''

''تم سے واقف ہو جانے پر کون یقین کرے گا۔''

''کرے یا نہ کرے۔'' نادر جھنجھلا گیا۔ ''مگر تم کون ہو۔''

''ایک ایسا آدمی جس نے تمہیں بہت قریب سے دیکھا ہے۔''

''دیکھا ہوگا۔ پھر تم کیا چاہتے ہو۔''

''مجھے اس فرم سے ہمدردی ہے۔ میں اس کا نقصان ہوتے نہ دیکھ سکوں گا۔ اس سے پہلے میں منیجر سے بھی تمہارے متعلق گفتگو کر چکا ہوں۔''

نادر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

نادر نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

''یہ کیا کہہ رہا تھا مسٹر نادر۔''

''بکواس کر رہا تھا۔'' نادر نے جواب دیا۔

''مگر شاید تم نے چند باتوں کا اعتراف کیا تھا۔'' منیجر کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔

''جی ہاں۔ سچی باتوں کا اعتراف کرنا ہی چاہئے۔''

''تو یہ حقیقت ہے کہ تم ایسے ہی ہو جیسا اس نے کہا ہے۔''

''ہوں نہیں بلکہ تھا۔ اب مجھ میں بڑی تبدیلی ہوگئی ہے۔''

''تم نے کسی بات کی تردید بھی تو کی تھی۔''

''جی ہاں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ تم اس فرم کے ساتھ کوئی بڑا فراڈ کرنے والے ہو۔ میں نے اس کے اس خیال کی تردید کی تھی۔''

''مسٹر نادر۔ ہم ہر حال میں ایماندار آدمی چاہتے ہیں۔''

''آپ مجھے ایماندار ہی پائیں گے۔''

''مگر تمہارا پچھلا ریکارڈ۔''

''وہ ریکارڈ میں وہیں چھوڑ آیا ہوں، جہاں سے اس کا تعلق تھا۔''

''پھر بھی ہم دیدہ دانستہ کسی ایسے آدمی کو نہیں رکھ سکتے جس کا ریکارڈ اتنا خراب ہو۔''

''سنئے تو سہی..... جناب۔'' نادر ہکلایا۔

''نہیں مسٹر نادر۔ میں مجبور ہوں۔'' اس نے پیڈ پر کچھ لکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو یہاں تیسرا دن ہے۔ میں دس دن کی تنخواہ کے لئے لکھ رہا ہوں۔ آپ کیشیئر سے لے لیجئے۔''

''میں خیرات نہیں لوں گا۔'' نادر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ''صرف تین دن کی تنخواہ کے لئے لکھئے۔ ویسے قانوناً آپ کو ایک ماہ کی تنخواہ دینی چاہئے۔''

''یہی غنیمت ہے مسٹر نادر کہ ہم آپ کو پولیس کے حوالے نہیں کر رہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ قاتل ہیں۔'' منیجر نے پیڈ سے پرچہ پھاڑ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

''میں صرف تین دن کی تنخواہ لوں گا۔'' نادر نے منیجر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ ''اگر آپ پولیس کو میرے قاتل ہونے کی اطلاع دینا چاہتے ہیں تو میں آپ کو روکوں گا نہیں۔ شوق سے دیجئے۔''

''بیٹھ جایئے مسٹر نادر۔'' منیجر عجیب انداز میں مسکرایا۔ ''آپ تین ہی دن کی تنخواہ لیجئے گا اور میں پولیس کو بھی اطلاع نہیں دوں گا۔''

وہ دوسرا پرچہ لکھنے لگا۔ پہلا پرچہ نادر نے میز پر ڈال دیا تھا۔

منیجر نے دوسرا پرچہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''دیکھئے مسٹر نادر اس فرم کا منیجر

ہونے کی حیثیت سے میں آپ کو الگ کر رہا ہوں ورنہ مجھے آپ سے بے حد ہمدردی ہے۔"

"شکریہ۔" نادر نے کہا اور اٹھنا چاہا۔

"بیٹھئے بیٹھئے..... میں آپ کو بتاؤں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو الگ کرتے ہوئے مجھے بڑا دکھ ہو رہا ہے۔ مگر کیا کروں مجبوری ہے۔ میں فرم کے نظم و نسق کے لئے دوسروں کو جوابدہ ہوں۔ اگر یہاں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔"

"قدرتی بات ہے۔" نادر نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ یقیناً بددل ہو گئے ہیں۔ آپ کا لہجہ کہہ رہا ہے۔" منیجر مسکرا کر بولا۔

"لیکن آپ آج شام کو مجھ سے میرے بنگلے پر مل لیجئے شائد میں آپ کے لئے دوسرا کوئی کام اپنی ذمہ داری پر مہیا کر سکوں۔"

"میں بے حد مشکور ہوں گا جناب۔" نادر بھی مسکرایا۔

"میرا پتہ۔" منیجر نے جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر نادر کی طرف بڑھا دیا۔

نادر تین دن کی تنخواہ پندرہ روپے لے واپس چلا آیا۔

"ابھی تک اس کا قیام اسٹیشن کے مسافر خانے ہی میں تھا۔ ایک چائے والا اس پر مہربان ہو گیا اس لئے اُسے بستر وغیرہ احتیاط سے رکھنے کی جگہ مل گئی تھی۔ دن بھر وہ آفس میں رہتا تھا اور شام کو یہاں چلا آتا۔ پھر تقریباً دس بجے رات تک چائے والے کا ہاتھ بٹاتا۔ چائے والے کو یہ معلوم کر کے اس سے بڑی ہمدردی ہو گئی تھی کہ وہ ایک پڑھا لکھا آدمی ہے لیکن اُسے فی الحال خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرنی پڑ رہی ہے۔

نادر دفتر سے نکلنے کے بعد دن بھر اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ منیجر سے گفتگو کئے بغیر اسٹیشن واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔

شام ہوتے ہی وہ اس کے بنگلے پر پہنچ گیا۔ منیجر نے خلاف توقع اس کی اسی طرح آؤ بھگت کی جیسے وہ اس کے برابر کا آدمی ہو۔

"مسٹر نادر۔ میں آپ کا منتظر ہی تھا۔ مگر پہلے ہم چائے پئیں گے۔ میں نے آپ کے

انتظار میں خود بھی چائے نہیں پی۔''

اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور تھوڑی دیر بعد ایک ملازم چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا۔

چائے کے دوران منیجر نے مغموم لہجے میں کہا۔ ''یہ دنیا بڑی واہیات جگہ ہے نادر..... آدمی کو اس کی محنت کا مناسب معاوضہ نہیں ملتا اور پھر بہتیرے الجھاوے بھی ہیں۔ بہتیری پابندیاں بھی ہیں۔ مثلاً آپ بے مروت نہیں ہیں اگر کوئی اخلاق سے پیش آئے تو آپ اس کے لئے مرمٹیں گے۔ مثلاً میں آپ سے کہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے آپ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ فلاں کام میرے لئے کیجئے تو آپ اس کی پرواہ کئے بغیر اس کام میں بھڑ جائیں گے کہ آپ کو کتنا معاوضہ مل رہا ہے اور آپ کے اس کام سے اس آدمی کو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ وہ بس خوبصورت الفاظ اور محبت آمیز باتوں سے آپ کا تیاپانچہ کرتا رہے گا۔ آپ سوچیں گے کہ آپ کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ لیکن آپ کا خلوص آپ کی مروت یہ گوارا نہیں کرے گی کہ آپ اس آدمی سے اس کے خلاف احتجاج کر سکیں، جو اوپر سے بے حد چمکدار اور اندر سے مکمل بلیک آؤٹ ہے۔ آپ تعلیم یافتہ آدمی ہیں، مجھے یقین ہے کہ آپ نے پہلے ایمانداری سے زندگی بسر کرنے کی کوشش کی ہوگی پھر جھلا کر منشیات کی ناجائز تجارت پر اُتر آئے ہوں گے دھوکے بازی اور قمار بازی کو ذریعہ معاش بنایا ہوگا۔''

''ہاں یہ حقیقت تھی۔'' نادر نے سر ہلا کر کہا۔

''مگر اب پھر آپ نیک بننے کی کوشش کررہے ہیں۔ پتہ نہیں کس توقع پر۔''

''کسی توقع پر بھی نہیں۔ میں اب صرف نیک بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ نیک بننے کے سلسلے میں مجھے کتنے فاقے کرنے پڑیں گے۔ کتنی سختیاں جھیلنی پڑیں گی۔''

''آپ پھر بھٹک جائیں گے۔ مجھے یقین ہے۔'' منیجر نے کہا۔

''میں انتہائی کوشش کروں گا۔ آخری سانسوں تک حالات کا مقابلہ کرتا رہوں گا۔''

''خیر.....!'' منیجر نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''میں نے یہ سوچا تھا کہ میرا سرمایہ ہوگا اور آپ کا تجربہ۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ ہم سے بڑا آدمی اس شہر میں کون ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' نادر نے پلکیں جھپکائیں۔

''کوکین کا بزنس.....!'' منیجر نے آہستہ سے کہا۔

''اوہ.....!'' نادر یک بیک مضمحل ہوگیا۔ پھر مردہ سی آواز میں بولا۔ ''میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں گے جس میں ایمانداری کا سودا ہوگا۔''

''ایمانداری۔'' منیجر غرایا۔ چند لمحے نادر کو گھورتا رہا پھر بولا۔ ''کیا آپ باغبانی کر سکیں گے۔''

''یقیناً کر سکوں گا۔''

''تو کل سے آجایئے۔ میرا پائیں باغ بالکل اجڑا پڑا ہے۔ پچاس روپے ماہوار مع خوراک ملیں گے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' نادر خوش ہو کر بولا۔

''لیکن اس سلسلے میں آپ کو ایک معاہدے پر دستخط کرنے پڑیں گے۔''

''کیسا معاہدہ۔''

''یہی کہ اگر آپ نے چھ ماہ گذرنے سے قبل یہ ملازمت ترک کرنی چاہی تو میں آپ کو جیل میں بھی بھجوا سکوں گا۔''

''مجھے منظور ہے۔'' نادر نے خود اعتمادی کے ساتھ کہا۔

لاش

کیپٹن حمید کو کرنل فریدی سے پوچھنا تھا کہ بلبل مذکر ہے یا مونث۔

اس لئے وہ سارے گھر میں اُسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ یہ پوچھنے کی ضرورت بھی یوں

پیش آئی تھی کہ اس کا ایک دوست اپنی بیوی کو بلبل کہتا تھا۔ وہ اگر نہ کہتا تب بھی وہ فریدی کو کچھ دیر بور کرنا ہی چاہتا تھا۔

مگر فریدی گھر میں نہ ملا۔ نیلم بھی موجود نہیں تھی اور حمید تنہائی سے اُکتا گیا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے چہیتے بکرے کے دو چار دھولیں جمائیں۔ مگر بکرا پھر بکرا ٹھہرا۔ وہ بھی شائد آج پنک میں تھا۔ ورنہ عموماً وہ حمید کو دیکھتے ہی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہوکر اس سے بغل گیر ہونے کی کوشش ضرور کرتا تھا جب وہ بھی موڈ میں نہ آیا تو حمید کسی ایسے کھلنڈرے بچے کی طرح اداس ہوگیا جس کے سارے ساتھی شام ہوجانے پر اپنے گھروں کو سدھار گئے ہوں۔

جب کوئی مشغلہ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے سوچا کیوں نہ اجنبیوں کو فون کر کے انہیں بور کیا جائے۔ ایک ذمہ دار آفیسر سے اس قسم کی حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی مگر وہ حمید تھا۔ افتادطبع کو کیا کرتا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں آیا۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی لیکن ابھی ورق گردانی ہی شروع کی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

حمید نے ریسیور اٹھالیا۔ وہ سمجھا تھا کہ زیادہ سے زیادہ فریدی کی کال ہوگی، جو شاید آج کے پروگرام کے خلاف آفس چلا گیا تھا۔

لیکن دوسری طرف سے ایک عورت بول رہی تھی۔ ''ہیلو.....ہیلو.....کرنل۔''

''کیپٹن حمید۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''اوہ کیپٹن خدا کے لئے جلدی آؤ۔ میں کٹی پرکنس ہوں۔''

''تم کٹی پرکنس ہو یہ درست بھی ہوسکتا ہے مگر میں کہاں آؤں۔''

''ریلوے اسٹیشن پارسل آفس..... جلدی..... میں یہاں اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کے کمرے سے فون کررہی ہوں اور دو کانسٹیبل میرے سر پر مسلط ہیں۔''

''تو پھر میں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہی کرسکوں گا کہ ان کانسٹیبلوں کو ترقی دلوادوں۔''

''یہ ایک ایسی لاش کا قصہ ہے جس سے تمہیں ہر حال میں دلچسپی ہوگی۔''

''لاش.....!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

''جلدی.....کیپٹن بہت جلدی۔''

''اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔لیکن اگر وہ لوگ تمہیں لے ہی جا رہے ہوں گے تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا۔''

''تم کچھ بھی نہ کرنا بس آ جاؤ۔''

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کٹی بھی کچھ ایسی غیر دلچسپ نہیں ہے۔ بوریت کے لمحات گذر ہی جائیں گے۔مگر یہ لاش۔ خدا غارت کرے قاتلوں کو جو شاعری کی بجائے قتل کرتے پھرتے ہیں۔

اس نے لباس تبدیل کیا۔ گیراج سے ونیس نکالی اور چل پڑا۔ یہ اس کی اپنی گاڑی تھی اور حال ہی میں خریدی گئی تھی۔

اسٹیشن پہنچنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ سیدھا پارسل آفس کی طرف چلا گیا۔ وہاں اُسے کئی کانسٹیبل اور سب انسپکٹر نظر آئے۔ یہ دونوں ہی اُسے اچھی طرح جانتے تھے کٹی وہاں موجود تھی۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی تابوت سے نکل بھاگی ہو۔ زندہ لاش۔

حمید کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف لپکی۔

''کیپٹن میں اس کی ذمہ دار نہیں ہوں۔''

''کیا بات ہے۔'' حمید نے سب انسپکٹر سے پوچھا۔

''لاش ہے کیپٹن۔ ہمیں پارسل آفس سے ملی ہے۔ایک پیٹی سے بدبو پھیل رہی ہے وہ نصیر آباد سے کسی مسز کرنل اسمتھ کے نام ہے۔ ہم یہاں پہنچے ہی تھے کہ یہ بھی اپنا پارسل وصول کرنے پہنچ گئی۔ہم اُسے اچھی طرح جانتے ہیں یہ کٹی پرکنس ہے۔ جو کسی کرنل اسمتھ کی بیوی نہیں ہو سکتی۔''

''میں جانتا ہوں کہ یہ کرنل اسمتھ کی بیوی ہے۔''

''کوئی بھی ہو۔'' سب انسپکٹر نے لاپروائی سے کہا۔''لیکن اس کے نام آئے ہوئے

پارسل میں ایک سڑی ہوئی لاش موجود ہے۔''

''کیوں.....!'' حمید نے کٹی کی طرف دیکھا۔

''میرے پاس بلٹی موجود ہے۔'' کٹی ہانپتی ہوئی بولی۔ ''اور بیجک بھی میں نے نصیر آباد کی ایک فرم سے کچھ سامان منگوایا تھا۔ پارسل پر بھی اس فرم کا ٹریڈ مارک اور پتہ موجود ہے۔''

''کیا سامان تھا.....؟''

''کراکری۔ بیجک بھی موجود ہے۔''

''پارسل کھول ڈالا آپ لوگوں نے۔''

''جی ہاں۔ ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں۔''

''میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔''

کچھ دیر بعد حمید نے لاش دیکھی اور بھونچکا رہ گیا۔ کیونکہ وہ کٹی کے محبوب جمی کارٹر کی تھی۔

''یہ کب سے غائب تھا۔'' حمید نے کٹی سے پوچھا۔

''پچھلے پندرہ دنوں سے۔ کیپٹن میں کیا کروں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ مسئلہ ایسا تھا کہ وہ کرنل فریدی سے مشورہ کئے بغیر اپنی زبان نہیں کھول سکتا تھا۔ اس نے سب انسپکٹروں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ لاش کو اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹائیں جب تک کہ کرنل بھی اُسے نہ دیکھ لیں۔

اب حمید نے فون پر کرنل فریدی کو تلاش کرنے کی مہم شروع کی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹاؤن ہال کی پبلک لائبریری میں مل گیا۔ اس کی اطلاع کہ وہ ٹاؤن ہال کی لائبریری میں موجود ہے سارجنٹ رمیش سے ملی تھی۔

حمید نے اُسے اپنی دریافت سے آگاہ کیا اور یہ دریافت ایسی تھی کہ اس پر فریدی ہر قسم کے مشاغل فوری طور پر ترک کرسکتا تھا۔

وہ بیس منٹ کے اندر اندر پارسل آفس پہنچ گیا۔

کافی دیر تک وہ لاش کا معائنہ کرتا رہا اور پھر اس کے محکمے کے ایکسپرٹ آنے شروع

ہو گئے۔ دونوں سب انسپکٹر بُری طرح بور ہو رہے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی وہاں سے لاش ہٹوا دیں گے لیکن معاملے نے طوالت اختیار کر لی تھی۔ تقریباً نو بجے رات کو لاش اٹھوائی جا سکی۔ کٹی پرکنس حراست میں تھی۔

فریدی نے کرنل اسمتھ کو بھی اس کی اطلاع دی لیکن اس نے گفتگو کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ ایک ماہ پہلے ہی کٹی کو طلاق دے چکا ہے اور اب وہ اس کے ساتھ نہیں رہتی۔

فریدی اور حمید وہاں سے آرلچّو میں آئے۔ رات کا کھانا وہ یہیں کھانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ویسے حمید کی سمجھ میں نہیں آ سکا کہ فریدی نے اس کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ کھانے کے لئے وہ گھر بھی جا سکتے تھے۔

کھانے کے دوران ہی میں ایک ویٹر نے کرنل کو آگاہ کیا کہ اس کی ٹرنک کال آئی ہے۔ فریدی اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شاید اس نے اس کال کے لئے کاؤنٹر کلرک کو پہلے ہی ہدایت دے دی تھی کہ اگر اس کی کوئی ٹرنک کال آئے تو فوراً اطلاع دی جائے۔

حمید اس کی واپسی کا منتظر رہا۔ کچھ دیر بعد جب واپس آیا تو اس نے خود ہی اُسے یہاں رات کے کھانے کی غرض و غایت بتائی۔

اس نے اسٹیشن ہی سے نصیر آباد کے سی آئی ڈی آفیسر کو فون کر کے کٹی پرکنس کے بیان کی تصدیق کرائی تھی اور آفیسر مذکور کو آرلچّو کے فون نمبر دیئے تھے۔

''فرم نے تصدیق کی ہے کہ کٹی کا آرڈر اس کے پاس موجود ہے۔ لیکن ابھی تک اس کی تعمیل نہیں ہوئی ہے۔ فرم کے منیجر نے اس کی تردید کی ہے کہ کٹی کو بلٹی بھیجی گئی تھی یا اطلاع دی گئی تھی کہ اُسے مال روانہ کیا جا رہا ہے۔'' فریدی نے کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''تو پھر کسی نے اس کے متعلق اپنی معلومات سے فائدہ اٹھایا۔'' حمید بولا۔

''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''مگر.....!''

''کہو.....کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''جمی کی لاش کون بھیج سکتا ہے۔ کٹی کا کوئی دوسرا عاشق.....!''

''یہ تو کٹی ہی بتا سکے گی۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

''میں اس آدمی کا نام نہیں لینا چاہتا جس پر مجھے شبہ ہے۔'' حمید بولا۔

''ضرورت بھی نہیں ہے۔''

''لیکن آخر کار بڈھے نے کٹی پرکنس کو طلاق ہی دے دی۔''

''یہ بھی ہونا ہی تھا۔ تم کھانا کھاؤ کس چکر میں پڑے ہو۔''

''نہیں یہ چکر تو اب میرے لئے مستقل ہو چکا ہے۔ میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ ٹویوڈا کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل نہ کردوں۔''

''کھاؤ یار کیوں خواہ مخواہ اپنا ہاضمہ خراب کررہے ہو۔ علماء کا قول ہے کہ کچھ کھاتے وقت تاؤ بالکل نہ کھاؤ۔ ورنہ معدہ چوپٹ ہو جائے گا۔'' فریدی کے لہجے میں تمسخر تھا۔

حمید نے اُسے محسوس کیا اور کباب ہو کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ ٹویوڈا کے سلسلے میں اس سے جو حماقتیں سرزد ہو چکی تھیں ہر وقت نظریں نیچی رکھنے پر مجبور کرتی تھیں۔ اسی بناء پر اس کا ذہن آج کل صرف حماقتوں کی آماج گاہ بن کر رہ گیا تھا۔ یعنی وہ ہر وقت یہی سوچتا رہتا تھا کہ کسی طرح ٹویوڈا کو مارلے اور اس کی لاش فریدی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اصول سراغ رسانی پر ایک دھواں دھار تقریر بھی جھاڑ دے۔ لیکن اس کے متعلق سوچتے وقت اسے ذرہ برابر بھی اس کا خیال نہ آتا کہ ٹویوڈا محض اس کی وجہ سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

حمید نے خاموشی سے کھانا ختم کیا اور کرسی کی پشت سے ٹک کر پائپ سلگانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ٹرنک کال کے لئے آخر آرلکچنو کے نمبر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ کھانا گھر ہی پر کھایا جا سکتا تھا اور کال بھی وہیں ریسیو کی جا سکتی تھی۔

''یہاں کال ریسیو کرنے کا کیا مقصد تھا۔'' آخر وہ پوچھ ہی بیٹھا۔

''گھر نہیں جانا چاہتا تھا۔''

''کب تک.....!''

''جب تک یہ نہ معلوم کرلوں کہ ٹو یوڈا کہاں ہے۔''

''وہ پارسل نصیر آباد سے آیا تھا۔''

''ضروری نہیں ہے کہ ٹو یوڈا ابھی وہیں ہو۔''

''پھر.....!''

''کیا تم نہیں جانتے کہ وہ تقریباً چھ ماہ سے یہیں ہے۔ یہیں سے مراد ملک ہے۔ دارالسلطنت نہیں ہے۔ وہ یورپ واپس نہیں گیا۔ لیکن وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس شہر میں ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اس نے کئی شہروں میں اپنا جال پھیلا رکھا ہے اور دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہا ہے۔''

''مگر آپ کتنی دیر میں معلوم کریں گے کہ ٹو یوڈا کہاں ہے۔'' حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔

''ہوسکتا ہے کہ صبح ہو جائے۔''

''یہ بھی ممکن ہے کہ آج سے سورج ہی طلوع ہونا بند ہو جائے۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔ راتوں کی بربادی اُسے بُری طرح کھل جاتی تھی۔

کچھ دیر بعد فریدی کی لنکن شہر کے ایک گھنے آباد حصے سے گذر رہی تھی اور حمید یہ سوچ سوچ کر بور ہو رہا تھا کہ رات گئی۔ فریدی نے تو یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ جانا کہاں ہوگا۔

''یہ تو بتا ہی دیجئے کہ آپ کہاں جائیں گے اور یہ معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہوگا کہ ٹو یوڈا کہاں ہے۔''

''کچھ ایسے آدمیوں پر عرصے سے میری نظر ہے جن پر ٹو یوڈا کے ایجنٹ ہونے کا شبہ کر رہا ہوں۔''

''لیکن آپ اب تک کیوں خاموش رہے تھے۔''

''مصلحتاً۔ میں چاہتا تھا کہ خاموشی سے ٹو یوڈا تک پہنچ جاؤں۔ مگر اب پھر اس نے ایسی

حرکتیں شروع کر دی ہیں کہ ان کا فوری تدارک بھی ضروری ہے۔''

''اس سرمایہ دار کا کیا حشر ہوا جس سے آپ کو یہاں ٹو یوڈا کی موجودگی کا علم ہوا تھا۔''

''وہ خوش اور تندرست ہے۔لیکن اب نہ اس کی خوشی برقرار رہ سکے گی نہ تندرستی۔ کیونکہ اب میں اس پر بھی شبہ کر رہا ہوں۔''

''کیوں.....!''

''میرا خیال ہے کہ وہ بھی اس بزنس میں ٹو یوڈا کا برابر کا شریک ہے۔''

''کمال ہے۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ پھر جھلا کر بولا۔''آپ خواہ مخواہ معاملات کو طول دے بیٹھے ہیں۔ اگر وہ ٹو یوڈا کا شریک تھا تو اس نے آپ کو آگاہ کیوں کیا تھا۔''

''قانون کے خوف سے۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر یہ بات کھل گئی تو وہ تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے ایک طرف اس نے اس کے بزنس میں شرکت کی تھی اور دوسری طرف مجھے بھی آگاہ کر دیا تھا۔''

''مگر آپ اس نتیجے پر کیوں پہنچے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ محض اندازے کی غلطی ہو۔''

''ممکن ہے۔ مگر اب تک کا مشاہدہ یہی کہتا ہے کہ میرا خیال غلط ثابت نہ ہو سکے گا۔''

''کس طرح..... مجھے بھی سمجھائیے۔''

حمید کو اس وقت ٹو یوڈا سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ رہ گئی۔ باتیں تو اس نے اس لئے چھیڑ رکھی تھیں کہ کہیں اُسے نیند نہ آ جائے اور اسی نیند ہی کی وجہ سے اس نے اس وقت ٹو یوڈا کو بالکل معاف کر دیا تھا۔ یعنی اگر اتفاق سے ٹو یوڈا خود ہی اُس وقت ہاتھ باندھے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہو جاتا تو حمید اس سے یہی کہتا کہ جاؤ تم بھی سو جاؤ۔ صبح میں تم سے انتقام لے لونگا۔''

''آٹھوں اُلّوؤں کے بیانات کی روشنی میں میں نے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔'' فریدی کہہ رہا تھا۔''جب بھی ان کی پشت پر''تم اُلّو ہو'' والی مہر نظر آتی ہے ان کا اسی دن کسی نہ کسی وقت اس سرمایہ دار کیساتھ ہونا ثابت ہوتا ہے اگر کسی ایک کے بیان سے بھی یہ ظاہر ہو جاتا کہ اس دن اس

سرمایہ دار سے اس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی تو میں اُسے مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں ہرگز نہ ڈالتا۔"

"بہر حال یہ بھی ابھی قیاس ہی ہے۔"

"میں اتنے دنوں تک صرف اس سرمایہ دار کے خلاف ثبوت اکٹھے کرتا رہا ہوں۔"

"تب تو پھر اُسے قیاس کی حدود سے گذر جانا چاہئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار فراٹے بھرتی رہی۔

"بہر حال" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ٹو یوڈا نصیر آباد ہی میں ہے۔"

"اس خیال کے ثبوت میں اگر تم یہ پارسل پیش کرو تو یہ حماقت ہی ہوگی۔"

"ہماری حماقتوں میں ایک اور سہی لیکن میں کل ہی نصیر آباد کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"تمہاری مرضی۔ تم عدم آباد کی طرف بھی روانہ ہو سکتے ہو۔ بھلا تمہیں کون روک سکے گا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کو بھی علم تھا کہ آج کل حمید کے سر پر ٹو یوڈا کا بھوت سوار ہے۔ اس لئے ٹو یوڈا کے متعلق گفتگو کرنے میں بہت زیادہ محتاط رہتا تھا۔

کار ایک ایسی بستی میں رکی جہاں زیادہ تر نچلے طبقے کے لوگ آباد تھے۔ دو چار بڑی اور شاندار عمارتیں بھی تھیں۔ فریدی نے کار ایک تاریک گلی میں روکی تھی۔

وہ دونوں اُتر آئے۔ فریدی آگے بڑھتا چلا گیا۔ حمید ٹھوکریں کھاتا ہوا اس کے پیچھے چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد فریدی رکا اور حمید نے محسوس کیا کہ وہ بائیں جانب والے کسی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اندر سے ایک غرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "کون ہے۔"

"پنٹو" فریدی نے کہا اور حمید نے اس کی آواز بدلی ہوئی سی محسوس کی۔

دروازہ ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ کھل گیا۔

"آ جاؤ..... جابر.....!" فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

اور پھر وہ دونوں اس تاریک دروازے سے گذر کر ایک ایسے کمرے میں آئے جہاں

کیروسین لیمپ کی دھندلی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دفعتاً ان کے پیچھے چلنے والا اچھل کر سامنے آ گیا۔ یہ ایک پستہ قد اور بھریائے ہوئے چہرے والا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ جسم گٹھیلا تھا۔ آنکھوں سے پھرتیلے پن کا اظہار ہوتا تھا اور دھندلی روشنی میں اس کی آنکھیں کسی سانپ کی آنکھوں سے مشابہ نظر آرہی تھیں۔

''تم کون ہو۔'' اس نے گھورتے ہوئے پوچھا۔ اب حمید نے دیکھا کہ اس کی مٹھی میں ایک کھلا ہوا چاقو بھی جکڑا ہوا ہے۔

''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ یہ چاقو زمین پر ڈال دو۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس آدمی نے بندر کی طرح چھلانگ لگائی اور سیدھا فریدی پر آیا لیکن حمید نے اُسے دوبارہ اچھلتے دیکھا اور وہ سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے پہلے ہی نکل کر چھت کے ایک شہتیر میں پیوست ہوگیا تھا۔ حمید فریدی کی حیرت انگیز پھرتی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

روح کے دھبے

نادر کے لئے وہ زندگی بالکل نئی تھی۔ قدم قدم پر دشواریاں سامنے آ کھڑی ہوتیں۔ اب وہ منیجر کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں مقیم تھا۔ پھاٹک کے قریب ملازموں کے لئے تین چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ انہیں میں سے ایک میں نادر کو بھی رات بسر کرنی ہوتی تھی۔ وہ زمین ہی پر دری ڈال کر لیٹتا اور اس وقت تک کروٹیں بدلتا رہتا جب تک کہ نیند جسمانی تکالیف پر حاوی نہ ہوجاتی۔ ان دنوں اس کے اندر نیکی اور بدی میں بڑی شدید جنگ ہو رہی تھی۔ کبھی وہ سوچتا کہ اس سے کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ عیش کی زندگی پر لات مار کر یہاں اس سڑی سی کوٹھری میں لوٹیں لگا رہا ہوں اور کبھی اس کی قوت ارادی کسی ضدی بچے کی طرح ان خیالات

سے لپٹ جاتی اور ایسے خیالات دم ہی توڑ دیتے جن کی بناء پر اس کے ڈگمگا جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔

وہ سوچتا کہ جو قوت ارادی اسے جرائم کی طرف لے گئی تھی وہی اس کے اندر ہونے والی کشمکش کا خاتمہ بھی ایک دن کر ہی دے گی۔

وہ محسوس کرتا کہ غلط قسم کی ذہنی ترغیبات کا مقابلہ کر کے وہ اپنی شخصیت میں بھاری پن کا اضافہ کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر اسے خود بھی اپنی روح کی پاکیزگی کا احساس ہونے لگتا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ کسی گندی اور گھٹن پیدا کرنے والی کوٹھری سے نکل کر کھلی ہوا میں آ گیا ہو۔ ویسے اس کا جسم تو اس وقت ایک گندی سی اور تنگ و تاریک کوٹھری میں مقید تھا۔ لیکن روح بیکراں وسعتوں کی نورانی فضاؤں میں پرواز کر رہی تھی۔ ابھی دس ہی بجے تھے لیکن کوٹھری کے باہر پھیلی ہوئی تاریکی اور سناٹے کی سائیں سائیں کہہ رہی تھی کہ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی ہے۔

نادر کروٹیں بدل رہا تھا۔ نیند آسانی سے نہیں آتی تھی کیونکہ پتھریلے فرش پر گدیلوں کا عادی جسم پھوڑا بن جاتا تھا اور جب تکلیف کا احساس زیادہ ہو جاتا تو اس کا ذہن فرار پر آمادہ نظر آنے لگتا۔ اسے اپنا آرام دہ بستر یاد آتا۔ وہ بوتلیں یاد آتیں جو اس آرام دہ بستر پر بھی اکثر بے خوابی کا بہترین علاج ثابت ہوا کرتی تھیں۔

وہ بوتلیں یاد آتیں اور نادر غیر شعوری طور پر کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگتا۔ مگر پھر اچانک اس کے ذہن میں واعظ کے الفاظ گونجنے لگتے۔

''وہ لوگ نیکی اور سچائی کا علم بلند کرنے کے لئے اٹھے تھے۔ اس لئے ان کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ انہیں عرب کے ریگزاروں کی تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا جاتا اور سینوں پر بڑے وزنی پتھر رکھ دیئے جاتے پھر ان سے کہا جاتا کہ وہ دوبارہ اسی اندھیرے میں لوٹ جائیں مگر اب کون تھا جو انہیں ان کی پرنور راہوں سے ہٹا سکتا۔''

''مجھے بھی کوئی نہیں ہٹا سکتا۔'' نادر اپنے بال مٹھی میں جکڑ کر بڑبڑاتا اور اس طرح سر کو

جھٹکے دینے لگتا جیسے ان خیالات کو ذہن سے جھاڑ دینا چاہتا ہو۔

اس وقت بھی کروٹیں بدلتے بدلتے اسے انہیں بوتلوں کا خیال آ گیا تھا اور وہ اپنی ان بے کیف راتوں کے متعلق سوچ رہا تھا جب اس کی خواب گاہ میں کوئی عورت نہیں ہوتی تھی۔ کتنی مصیبت سے نیند آتی تھی۔ ان راتوں میں اسے اتنی پینی پڑتی تھی کہ بالآخر غنودگی کے جھونکے آہستہ آہستہ اسے سلا ہی دیتے تھے۔

اچانک کسی نے کوٹھری کے دروازے پر دستک دی اور نادر اچھل کر بیٹھ گیا۔

دستک برابر جاری رہی۔ اس نے اُٹھ کر کنڈی گرائی اور دروازہ کھول دیا۔ اندھیرے میں اُسے کسی عورت کا دھندلا سا ہیولا نظر آیا۔

''تم سو رہے تھے شاید۔'' اس نے منیجر کی نوجوان بیوی سلویا کی آواز سنی۔

''جج.....جی نہیں۔''

''دیکھو..... اندر شائد فیوز اڑ گیا ہے۔ بالکل اندھیرا ہے۔ صاحب بھی نہیں ہے اور دوسرے نوکر میٹر کو ہاتھ لگاتے ڈرتے ہیں۔''

''بہت اچھا..... میں دیکھتا ہوں۔'' نادر کواڑ بھیڑ کر باہر نکل آیا۔

پھر وہ اس کے ساتھ عمارت میں آیا۔ عمارت کے قریب پہنچ کر جیب سے دیا سلائی نکالی اور اُسے دیکھتا ہوا بولا۔ ''آپ ذرا ایک سلائی کھینچئے۔ میں میٹر کھولتا ہوں۔''

فیوز حقیقتاً اڑ گیا تھا۔ اسی جگہ اسے تار کا چھوٹا سا لچھا بھی مل گیا۔ مین سوئچ آف کر کے اس نے فیوز وائر لگایا اور پھر کچھ دیر بعد روشنی ہوگئی۔

''سردی بہت ہے۔'' سلویا نے کہا۔ ''اگر تم کافی پینا چاہو تو کچن میں چلو۔ میں کافی ہی بنا رہی تھی کہ یک بیک اندھیرا ہو گیا۔''

''پپ..... پی لوں گا مادام.....!''

''آؤ۔'' وہ دوسری طرف مڑتی ہوئی بولی۔ سلویا کافی حسین اور متناسب الاعضاء تھی اور اس کے چلنے کا انداز اتنا دلکش تھا کہ نادر بھی کئی بار اُسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ چکا تھا اور

اس وقت تو اس کے ذہن میں آندھیاں سی اٹھ رہی تھیں۔

منیجر گھر پر موجود نہیں تھا۔ دونوں نوکر اپنی کوٹھریوں میں سوئے پڑے ہوئے تھے اور وہ اُسے کافی پلانے کے لئے کچن میں لے جا رہی تھی۔

بھدے اور بے ہنگم جسم والا منیجر اس بٹر فلائی کو کیا خوش رکھ سکتا ہوگا۔ نادر نے سوچا۔ یہ تو چٹکی بجاتے آئے گی..... چٹکی بجاتے..... نادر کے ذہن میں آندھیاں سی اٹھتی رہیں اور اُسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چلتا رہا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' کچن میں آ کر اس نے ایک اسٹول کی طرف اشارہ کیا اور خود الماری میں سے پیالیاں نکالنے لگی۔

نادر نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ سلویا کی پشت اس کی طرف تھی اور وہ اُسے ہڑپ کر جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عورتوں کا پرانا شکاری تھا۔ انتہائی شاطر اور جلد کامیاب ہو جانے والا۔ عموماً عورتیں خود ہی اس پر پھسل جاتی تھیں۔

اس نے دو پیالیاں نکال کر میز پر رکھ دیں۔

''کافی میں شکر کم پیتے ہو یا زیادہ۔''

''کم مادام.....!''

''اچھا.....!'' وہ شکر ڈال کر پیالی میں کافی انڈیلتی ہوئی بولی۔ ''تم بہت روانی کے ساتھ انگریزی بول سکتے ہو اور قواعد کی بھی غلطی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ تم کافی پڑھے لکھے آدمیوں کی طرح انگریزی بول سکتے ہو۔''

''ہاں..... مادام.....!'' نادر نے ایک طویل سانس لی۔

''پھر تم کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے۔ تمہارے ہاتھوں سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ تم نے کبھی باغبانی کی ہو۔ تمہارے ہاتھ دولت مند طبقے کے لوگوں کے سے ہیں۔''

''بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے مادام.....!''

''تم آخر اس پیشے کو کیوں پسند کرتے ہو۔''

''بیروزگاری کا زمانہ ہے مادام۔ پہلے میں نے آفسوں ہی کی خاک چھانی تھی۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''عجیب کیوں مادام.....!''

''تم جیسا آدمی اور ملازمت حاصل نہ کر سکے۔''

''مجھ جیسے ہزاروں اس شہر میں جوتیاں سٹکاتے پھرتے ہیں۔''

''کچھ بھی ہو۔ نہ جانے کیوں تمہیں کدال چلاتے دیکھ کر مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے۔''

''مگر میں تو بہت خوش ہوں مادام۔''

''اسی لئے تو مجھے کوفت ہوتی ہے کہ تم جیسے باحوصلہ آدمی کی اتنی بے قدری ہو رہی ہے۔ میں نے صاحب سے کہا ہے کہ وہ اپنے آفس میں تمہیں کوئی معقول سی جگہ دلوا دیں۔''

''بہت بہت شکریہ مادام۔''

اس نے کافی بنا کر نادر کی طرف پیالی کھسکادی۔ نادر نے شکریہ ادا کر کے کپ میز سے اٹھالیا۔ کافی کے دو ہی تین گھونٹوں نے اس کی آنکھیں کھول دیں، ورنہ اب اس کی پلکیں نیند کے دباؤ سے کچھ بوجھل ہو چلی تھیں۔

''تمہارے دوسرے اعزہ کہاں ہیں۔'' سلویا نے پوچھا۔

''کوئی بھی نہیں۔ مطلب یہ کہ کہیں میرا کوئی عزیز نہیں ہے۔''

''بیوی۔''

''بیوی بھی نہیں ہے۔ میں نے شادی ہی نہیں کی تھی۔''

''یہ اور بھی افسوس ناک ہے۔ اسی لئے تو تم ڈھنگ کے کام نہیں کر سکتے۔''

نادر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس ڈھب سے گفتگو کرے کہ زیادہ محنت کئے بغیر یہ خوشرنگ چڑیا جال میں پھنس ہی جائے۔

سلویا سر جھکائے کافی پی رہی تھی۔

دفعتاً وہ پیالی میز پر رکھ کر بولی۔

''مگر میں کیسے یقین کرلوں کہ تم نے جو کچھ بھی کہا ہے صحیح کہا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا مادام۔''

''کیا تم صاحب کو بہت عرصہ سے نہیں جانتے۔''

''نہیں مادام.....!''

''ہاہا۔'' وہ انگلی اٹھا کر ہنسی۔ ''پکڑ لیا چور۔''

نادر بھی مسکرا دیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی سوال تھا۔

''کیا تم صاحب کے ساتھ جوا نہیں کھیلتے تھے۔''

''نہیں مادام..... قطعی نہیں۔''

''جھوٹے ہو تم۔''

''مجھے افسوس ہے مادام کہ میں آپ کو یقین نہ دلا سکوں گا۔'' نادر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم جوئے میں ہار گئے ہو گے اور پھر تمہیں خود کو داؤ پر لگا دینا پڑا ہو گا۔''

نادر نے پلکیں جھپکائیں۔ سلویا کا لہجہ ایسا نہیں تھا جس پر مزاح کا گمان تک ہو سکتا۔

''میں اپنی زندگی میں کبھی نہیں ہارا مادام اور میں نے سینکڑوں کی گردنیں پکڑ کر انہیں داؤں پر لگا دیا ہے۔ مگر کیا صاحب ایسے ہی کھیل کھیلتے ہیں۔''

''صاحب۔'' سلویا کی ہنسی بہت تلخ تھی۔

''مجھے بتایئے مادام۔''

''خود دیکھ لو گے شاید تم چھ ماہ کے لئے خود کو ہارے ہو۔''

''کیوں۔ یہ کیسے کہا آپ نے۔''

''تذکرہ کیا تھا کہ تم کم از کم چھ ماہ تک یہاں کام کرو گے۔''

''لیکن یہ ہار جیت کیسی ہے۔ یقین کیجئے مادام میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔''

سلویا اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ ''اگر تم نے ملازمت ہی کی ہے تو میں تمہیں مشورہ دوں گی کہ معاہدے کی پرواہ کئے بغیر یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ۔''

''کیوں مادام.....!''

''بس یہ مشورہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی۔''

''عہد شکنی میرا شیوہ نہیں ہے مادام۔'' نادر نے کہا اور اس جملے کے ساتھ ہی واعظ کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی، جو اُسے نیکی اور سچائی کی طرف بلا رہی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں نیچی کرلیں اور سوچنے لگا کہ اب اُسے یہاں سے فوراً بھاگنا چاہئے۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے وہ اس عورت کے شکار کی اسکیم مرتب کرتا رہا تھا۔ اس نے سوچا اگر اس کے قدم ڈگمگا گئے تو اب تک کی ساری محنت خاک کا ڈھیر ہو جائے گی۔

سلویا کہہ رہی تھی ''میں تمہیں کوئی ذہین آدمی سمجھی تھی مگر تم بالکل بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔ لو اور کافی لو۔''

نادر نے غیر ارادی طور پر پیالی اس کی طرف بڑھا دی اور آہستہ سے بولا۔ ''میں نہیں سمجھ سکتا مادام کہ آپ اپنے شوہر کے متعلق ایسے بُرے خیالات کیوں رکھتی ہیں۔''

''سنو۔'' وہ اپنی آنکھیں بند کرکے آہستہ سے بولی۔ ''ایک پرندے کو قفس میں بند کرکے دنیا کی نعمتیں اس کے لئے مہیا کردو لیکن کیا وہ پرندہ تمہیں دعائیں دے گا۔''

''میں نہیں سمجھا مادام۔''

''میں اپنے شوہر کو گالیاں دیتی ہوں لیکن اُسے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی کہانی تم خارش زدہ کتیوں کو بھی سناؤ مجھے پرواہ نہیں ہوگی۔ پھر میں دل کی بھڑاس کیوں نہ نکالوں۔ وہ بلاشبہ میرا شوہر ہے میں اس سے انکار نہیں کرسکتی۔ لیکن مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ میں قانونی طور پر اس سے پیچھا چھڑا سکوں اور اگر حق حاصل بھی ہو تو میں ایسا نہیں کرسکتی۔''

''کیوں۔ آپ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہیں مادام۔''

''ہاں۔ میں ایک ظالم شوہر سے چھٹکارا پاسکتی ہوں۔ مگر نہیں پاسکتی کیونکہ اگر اس کا خیال بھی دل میں لائی تو میرا بوڑھا باپ پھانسی پا جائے گا۔''

''آپ کی باتیں عجیب ہیں مادام۔''

''آہا۔ وہ یقیناً عجیب ہیں۔ اگر میرا باپ جواری نہ ہوتا تو تمہیں اتنی عجیب باتیں نہ سننی پڑتیں۔ جب میں تیرہ سال کی تھی تو میرا باپ مجھے جوئے میں ہار گیا تھا۔''

''میرے خدا۔'' نادر ہکا بکا رہ گیا۔

''میرا شوہر میرے باپ کو پہلے بھی کسی معاملے میں بلیک میل کرتا رہا تھا۔ ایک رات دونوں جوا کھیل رہے تھے۔ میرا باپ ہارتا چلا گیا۔ سب کچھ ہار گیا۔ میرے شوہر نے کہا کہ اب وہ مجھے داؤ پر لگا دے اگر قسمت نے یاوری کی تو وہ اپنا سب کچھ واپس لے جائے گا۔ میرا باپ نشے میں تھا اس نے سوچا ممکن ہے کہ وہ آخری داؤں ہاری ہوئی پونجی واپس دلا دے۔ اس نے یہی کیا اور مجھے بھی ہار گیا۔''

وہ خاموش ہوگئی اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ''میرا باپ بیچارا اُسے مذاق سمجھا تھا لیکن جیتنے والا دوسرے دن ہمارے گھر آ پہنچا۔ اس وقت میری عمر صرف تیرہ سال تھی۔ ماں بچپن ہی میں مر چکی تھی۔ ہم دونوں کے علاوہ گھر میں کوئی تیسرا نہیں تھا۔ اس زمانے میں میں اردو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ وہ میرے باپ سے اردو میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں بھی وہیں موجود تھی اور حالانکہ ان کی باتیں نہیں سمجھ سکی تھی۔ لیکن اس کا احساس ہوگیا تھا کہ میرا باپ بہت زیادہ خائف نظر آ رہا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد دونوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔ میں اس وقت صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ وہ میرے باپ کا دوست ہے۔ پھر دونوں نے انگریزی میں گفتگو شروع کر دی۔ اس کے بعد مجھے بتایا گیا کہ میرا باپ کچھ دنوں کے لئے ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہے اور مجھے اس وقت تک اس کے ساتھ ہی قیام کرنا پڑے گا۔ جب تک کہ میرا باپ واپس نہ آ جائے میں کیسے انکار کر سکتی تھی۔ جب کہ اُسے بہت دنوں سے جانتی تھی اور انکل کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔ میں اس کے ساتھ یہاں چلی آئی۔''

سلویا نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔

نادر کی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس نے دو تین بڑے بڑے گھونٹ لئے اور پیالی میز پر رکھ دی۔

''مگر اتنی چھوٹی عمر میں شادی کی اجازت قانون کب دیتا ہے۔'' نادر نے کہا۔

''یہ نہ پوچھو۔'' سلویا نے سر جھکائے ہوئے آہستہ سے کہا۔''میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی۔ شادی تو اس وقت ہوئی تھی جب میں قانونی طور پر بالغ ہوگئی تھی۔''

''اوہ.....!'' نادر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس کا ذہن اب اس کہانی کے بعد کی باتیں سوچنے لگا تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔''تو کیا..... آپ کے باپ نے اس کی بعد خبر نہیں لی تھی۔''

''وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا تھا۔ مگر پھانسی سے ڈرتا تھا۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر میں نے اس کا تذکرہ کسی سے بھی کیا تو میرا شوہر اُسے پھانسی کے تختے تک پہنچا دے گا اور میں نے اپنے شوہر کی زبان سے بھی یہ دھمکی سنی تھی۔ اس وقت تک اس نے مجھے زبان نہیں کھولنے دی جب تک کہ باقاعدہ طور پر ہماری شادی نہیں ہوگئی۔''

''اور آپ تیرہ سال کی عمر سے اس وقت تک اس کے ساتھ ہی رہی تھیں۔'' نادر نے پوچھا۔ اس کا ذہن پھر بھٹکنے لگا تھا۔ وہ پھر بھول گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا چلن بدل دینے کا عہد کر چکا ہے۔

''ہاں..... میں اُسی کے ساتھ رہتی تھی۔'' سلویا نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔

نادر کی آنکھوں سے درندگی جھانک رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اب عقاب اس ننھے سے پرندے پر جھپٹ پڑے گا۔

مگر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔''خدا دیکھ رہا ہے۔ ایک نہ ایک دن میں گن گن کر بدلے چکاؤں گی۔ میرا باپ مجبور ہے۔ میں مجبور ہوں۔ لیکن وہ مجبور نہیں ہے جس نے مجھے اور میرے باپ کو پیدا کیا تھا۔''

نادر کے کانوں میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ اتنی تیز گھنٹیاں کہ اب اُسے سلویا کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔''خدا مجبور نہیں ہے..... خدا مجبور نہیں ہے۔'' ان گھنٹیوں کی آواز کے

درمیان کوئی چیخ رہا تھا۔

''یقیناً خدا مجبور نہیں ہے۔'' نادر کی آواز سے کچن گونج اٹھا۔ ''مادام میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپکو اس دلدل سے نکال لوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ آپ کا شوہر کتنا طاقتور اور چالاک ہے۔''

''تم.....!'' سلویا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ''ہوسکتا ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔ مگر کیا تم بھی اس کی قیمت نہ طلب کرو گے۔''

''مجھے غلط نہ سمجھئے مادام۔'' نادر نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔ ''میں یقیناً اس کی قیمت طلب کروں گا مگر آپ سے نہیں اس کی قیمت تو میں اپنی روح کے اُن تاریک دھبوں سے طلب کروں گا جو مجھے دوبارہ اندھیرے میں پھینک دینا چاہتے ہیں۔''

قیدی کی چیخ

فریدی نے اس آدمی کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا۔

''اوپر کون کون ہے۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔ پھر اس آدمی نے دوبارہ تیور بدلے ہی تھے کہ فریدی نے اُسے دیوار پر رگڑتے ہوئے کہا۔ ''اگر تمہاری آواز بلند ہوئی تو جان سے مار دوں گا۔ اوپر کون کون ہے۔''

''تم کون ہو۔''

اس نے اس طرح آنکھیں بند کرلیں جیسے اگر اس کی شکل نہ دکھائی دی تو وہ اُس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

''بولو.....!'' فریدی نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا۔

''جسپال، ایڈگر اور روبی۔''

فریدی نے پھر اُسے جھٹکا دیا اور وہ فرش پر گر کر آہستہ سے کراہا۔

''حمید تم اُسے دیکھو میں ابھی آیا۔'' فریدی نے کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کوٹھڑی سے نکلتے ہی سامنے زینے نظر آئے اور وہ دبے پاؤں اوپر چڑھتا چلا گیا۔ زینے ایک دروازے پر ختم ہوئے اور فریدی رک گیا۔

دروازے کی جھریاں روشن تھیں اور اندر سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

فریدی نے اندازہ کرلیا کہ دروازہ صرف بھڑا ہوا ہے بولٹ نہیں کیا گیا۔ یک بیک اس نے دروازے پر ٹھوکر ماری اور دونوں پٹ کھل گئے۔ اندر کے قہقہے اس طرح ساکت ہو گئے تھے جیسے وہاں کوئی بم گرا ہو۔ دو مرد اور ایک یوریشین لڑکی ایک میز کے قریب ہکا بکا کھڑے تھے جیسے ہی مرد نے جیب کی طرف ہاتھ لے جانا چاہا فریدی کی داہنی جیب سے فائر ہوا اور میز پر رکھی ہوئی شراب کی بوتل چور ہوگئی۔

''وارننگ۔'' فریدی بایاں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اس کا داہنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ اب جیب کے ایک سوراخ سے ریوالور کی نال جھانک رہی تھی جو ایک لمحہ پہلے ریوالور ہی نے بنایا تھا۔

تینوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

یوریشین لڑکی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

دفعتاً اُن میں سے ایک نے غرا کر کہا۔ ''میں اس حرکت کا مطلب نہیں سمجھ سکا کرنل۔''

''تم اچھی طرح سمجھتے ہو جسپال۔''

''اگر ہم غریب ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں..... کہ۔''

''اوہو..... میں تمہاری غریبی کا دکھڑا سننے نہیں آیا۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ غریب آدمی ہمیشہ وائٹ ہارس ہی پیتے ہیں اور کافی مہنگی طوائفیں ان کے پہلو گرماتی ہیں۔''

''مگر یہ طریقہ غیر قانونی ہے، جو آپ نے اختیار کیا ہے۔'' دوسرا آدمی بولا۔

''ہاں ایڈگر..... جہاں قانون مجھے بے بس نظر آتا ہے وہاں میں اُس کی مدد اسی طرح کرتا ہوں۔''

''عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔'' جسپال آنکھیں نکال کر بولا۔

''اس طرح کی کوشش ضرور کرنا کہ مجھے عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے۔''

''آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔'' ایڈگر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''ٹویوڈا کا پتہ۔''

''ٹویوڈا۔'' جسپال نے پلکیں جھپکائیں جیسے فریدی مذاق کر رہا ہو۔

''ہاں.....ٹویوڈا کے بچے بھی تمہیں بتا سکوں گا۔''

''آپ ضرور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔'' ایڈگر ہنس پڑا۔

''اکثر میری غلط فہمیاں بھی کارگر ثابت ہوتی ہیں۔''

''تم خواہ مخواہ اپنے الفاظ ضائع کر رہے ہو۔'' جسپال نے ایڈگر سے کہا۔

''لڑکی تم پیچھے ہٹ جاؤ۔'' فریدی نے اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر یوریشین لڑکی کو مخاطب کیا اور کھسکتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔

''آخر مقصد کیا ہے۔'' جسپال بُرا سا منہ بنا کر غرایا۔

''مقصد پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اس لئے اب زبان کو تکلیف نہیں دوں گا۔''

''آپ خواہ مخواہ جھگڑا کر رہے ہیں جناب۔'' ایڈگر بڑبڑایا۔

''مجبوری ہے۔ میں اس وقت ٹویوڈا کا پتہ معلوم کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔''

''اچھی بات ہے تو معلوم کر لیجئے۔ ویسے یہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ ہم کسی ٹویوڈا سے واقف نہیں ہیں۔''

''لڑکی آگے بڑھو اور ان دونوں کی جیبوں سے ریوالور نکال کر میرے قریب آؤ۔'' فریدی نے کہا۔ مگر لڑکی دیوار سے لگی ہوئی صرف کانپتی رہی۔

جسپال نے لڑکی کو گھور کر دیکھا۔

''اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہ کیا تو بڑے خسارے میں رہوگی۔'' فریدی نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

لڑکی ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی۔

''کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' جسپال نے کٹکھنے کتے کی طرح اپنے ہونٹوں کی نمائش کی۔ لیکن لڑکی اس کی جھلاہٹ کو نظر انداز کر کے آگے ہی بڑھتی رہی۔

''روبی۔'' ایڈگر نے اُسے ڈانٹا۔

''شاباش روبی۔ تم قانون کی مدد کرنے جارہی ہو۔ تم ایک اچھی شہری ہو۔'' فریدی نے کہا۔

روبی نے اُن کے قریب پہنچ کر اُن کی جیبوں میں ہاتھ ڈال دیئے۔ وہ دونوں ہی اُسے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

فریدی کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دونوں ہی کے پاس ریوالور موجود تھے۔ روبی انہیں جیبوں سے نکال کر قریب آئی۔ فریدی نے بائیں ہاتھ سے انہیں سنبھال کر پتلون کی جیب میں ڈال لیا اور لڑکی سے بولا۔ ''اب تم نیچے چلی جاؤ۔ زینے کے سامنے والی کوٹھری میں میرا انتظار کرنا۔ شاباش۔''

لڑکی خاموشی سے زینے پر اتر گئی۔ فریدی نے اپنا ریوالور بھی جیب میں ڈال لیا اور مسکرا کر بولا۔ ''اب دوستانہ فضا میں بات چیت ہو سکے گی۔''

ان دونوں نے اپنے ہاتھ گرا دیئے۔

''بیٹھ جاؤ۔'' فریدی نے کہا۔

''نہیں بیٹھیں گے۔'' جسپال نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

''بُری بات ہے۔ بچوں کی طرح ضد نہیں کرتے۔''

''اور لڑکیوں کے سامنے دوسروں کو ذلیل کرتے ہیں۔'' جسپال غرایا۔

''تم نے اُس کی نوبت ہی کیوں آنے دی تھی۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''اب لڑکی کل تمہارے کان کھائے گی کہ ٹویوڈا کس جانور کا نام ہے۔''

''دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا اچھی بات نہیں ہے۔''

''کیا تم نے کبھی یہ بات اپنے سُور ماٹویوڈا کو بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی۔''

''ہم کسی ٹویوڈا کو نہیں جانتے۔'' ایڈگر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''آپ خواہ مخواہ شریف

شہریوں کی تفریح میں خلل انداز ہوتے ہیں۔''

''مجھے خوشی ہے کہ اس خلل اندازی کے سلسلے میں چند شریف شہریوں کے نیاز حاصل ہو گئے۔''

جسپال بیٹھ گیا اور ایڈی بھی بیٹھنے ہی والا تھا کہ دفعتاً فریدی نے ٹھوکر مار کر میز الٹ دیا۔ دونوں گالیاں بکتے ہوئے دوسری طرف الٹ گئے۔

پھر فریدی نے انہیں اٹھنے کی مہلت نہیں دی۔ ان میں سے کسی پر لاتیں پڑ رہی تھیں اور کسی پر گھونسے برس رہے تھے۔

ذرا ہی سی دیر میں دونوں کے کس بل نکل گئے۔

''میں اسی رفتار سے تمہیں رات بھر پیٹ سکتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔

وہ کچھ نہ بولے۔ ویسے دونوں ہی غصے سے بدحال ہو رہے تھے۔

فریدی نے انہیں فرش سے اٹھا کر کرسیوں میں دھکیل دیا اور خود بھی بیٹھتا ہوا بولا۔ ''میں تمہیں صرف پندرہ منٹ دیتا ہوں اس کے بعد پھر نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا۔ میں صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آجکل ٹویوڈا کہاں ہے۔ صحیح پتہ تو خیر تمہارے فرشتے بھی نہ جانتے ہوں گے۔''

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر فریدی کی طرف دیکھنے لگے۔

یک بیک جسپال بولا۔ ''اب میں کچھ بتا سکوں گا۔ اگر پہلے ہی یہ یقین ہو جاتا کہ آپ صحیح پتے پر مصر نہ ہوں گے تو اتنا سب کچھ نہ ہونے پاتا۔ میں سمجھا تھا کہ آپ صحیح پتہ پوچھ رہے ہیں۔ مگر خیر آپ جانتے ہیں کہ صحیح پتے کا علم ہمیں نہیں ہے۔''

''کم سے کم الفاظ استعمال کرو۔''

''وہ نصیر آباد میں ہے۔''

''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔''

''آپ کی مصروفیات پر نظر رکھنا ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔''

''یہ بات تم نے غلط نہیں کہی۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ ''اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ میں نصیر آباد میں اس کی موجودگی تسلیم نہ کرلوں۔''

''مگر آپ کی یہ زیادتیاں۔'' جسپال ہانپتا ہوا بولا۔ ''کبھی نہ کبھی آپ کو بڑی مشکلات میں مبتلا کر دیں گی۔''

''یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں ہے، جس کا تذکرہ خصوصیت سے کیا جاسکے۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''اچھا اب تم آرام کرو۔''

لیکن وہ ابھی پوری طرح مڑا بھی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں کے قریب ایک چمک سی لہرائی۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایڈگر کا پھینکا ہوا چاقو دروازے میں پیوست ہو گیا تھا۔

''خوب'' فریدی پرسکون انداز میں مسکرایا۔ ''فی الحال میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں اندر کروں۔ لیکن اب مجبوری ہے۔ ایڈگر میرے قریب آؤ۔''

''ابے تو نے یہ کیا کیا ایڈی کے بچے۔'' جسپال دھاڑا۔

''بچے عموماً ڈیڈی کے ہوا کرتے ہیں۔'' فریدی تمسخر آمیز لہجے میں بولا۔ ''اٹھو ایڈگر تمہیں ہتھکڑیاں پہننی پڑیں گی۔ صرف تمہیں۔''

''او کرنل دیکھئے یہ نشے میں ہے۔'' جسپال نے کہا۔

''کچھ بھی ہو۔ یہ ہتھکڑیاں ضرور پہنے گا۔ اس لئے نہیں کہ ٹویوڈا کا ساتھی ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا ہے۔ ٹویوڈا یا اس کے ساتھیوں کی مجھے ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔''

ایڈگر جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

''چلو.....!'' فریدی غرایا۔

''کیا ثبوت ہے کہ میں نے چاقو پھینکا تھا'' ایڈگر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''تمہارا جگری دوست جسپال عدالت میں شہادت دے گا۔''

''او..... دیکھئے کرنل۔'' جسپال ہکلایا۔ ''مم..... مجھے تو آپ معاف ہی رکھئے۔''

''چلو مجھے منظور ہے۔ خیر میں کسی طرح بھی ثابت کردوں گا۔ مگر تم چپ چاپ ہتھکڑیاں پہن لو۔ ورنہ یہ بھی جانتے ہو کہ میں مارتے مارتے ختم بھی کر سکتا ہوں۔''

ایڈگر خاموشی سے قریب چلا آیا۔ فریدی نے جیب سے ہلکی ہتھکڑیوں کا جوڑا نکالا اور ایڈگر کے ہاتھوں میں لگا دیا۔ جسپال انگریزی میں بڑبڑا رہا تھا۔ ''میں کیا کر سکتا ہوں ایڈی۔ تم مجھے الزام نہیں دے سکتے۔ میں نے کب کہا تھا کہ تم کرنل پر چاقو پھینک مارو۔ کرنل تو بڑا شریف آدمی ہے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ ہم ٹویوڈا کے ساتھی ہیں ہمیں چھوڑ کر جا رہا تھا۔''

فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ ''تم غلط سمجھے جسپال۔ اگر یہ چاقو نہ پھینکتا تو مجھے بڑی مایوسی ہوتی۔ کیا ایڈگر ہی تم لوگوں کا لیڈر نہیں ہے۔ کیا اس نے ہی تمہیں ٹویوڈا کے لئے ملازم نہیں رکھا تھا۔''

''اوہ.....آپ۔''

''خاموش جسپال۔'' ایڈگر غرایا۔

''ہاہا۔'' فریدی کا قہقہہ کافی اونچی آواز میں تھا۔ ''اب مزید حماقتیں نہ کرو ایڈگر۔''

''آپ پتہ نہیں کس چکر میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''میں نے کوشش نہیں کی بلکہ تم خود ہی پھنس گئے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''سمجھ لو۔ میں نہیں چاہتا کہ دھوکے میں رہوں۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اب تم مجھے ٹویوڈا کا صحیح پتہ بھی بتاؤ گے۔''

''میں نہیں جانتا۔''

''مگر چاقو تمہارے اس بیان کی تردید کر رہا ہے۔'' فریدی نے دروازے میں گڑے ہوئے چاقو کی طرف انگلی اٹھائی۔ ''یہ چاقو کہہ رہا ہے کہ تم ٹویوڈا کے صحیح پتے سے واقف ہو اور یہ بھی درست ہے کہ ٹویوڈا نصیر آباد میں ہے اور تم ٹویوڈا کے اُن آدمیوں میں سے ہو جنہیں وہ سرکس کے جانور کی طرح چابک مار مار کر ٹریننگ دیتا ہے۔''

ایڈگر کا چہرہ تاریک ہو گیا اور فریدی نے کہا۔ ''جسپال ان لوگوں میں سے نہیں ہے، جو

ٹویوڈا کے چابک کی شکل دیکھ چکے ہیں۔ ورنہ وہ بھی مجھے کچا چبا جانے کی کوشش کرتا۔ کیوں..... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

ایڈگر کچھ نہ بولا۔ اب اس کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں تھے۔ وہ اپنا نچلا ہونٹ اس طرح چبا رہا تھا جیسے وہ بے جان ہو گیا ہو۔

فریدی نے چاقو رومال سے پکڑ کر دروازے سے کھینچا اور رومال ہی میں لپیٹ کر احتیاط سے جیب میں ڈال لیا۔ پھر ایڈگر کو دروازے کی طرف دھکا دے کر بولا۔

''چلو ..... زندگی میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب انتہائی شاطر قسم کے لوگ بھی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔''

دروازے سے اُسے نکال کر فریدی نے دروازہ بند کیا اور اُسے باہر سے بولٹ کرتا ہوا بلند آواز میں بولا۔ ''جسپال کچھ دیر بعد تمہارا آدمی اوپر آ کر تمہیں بھی نکال لے گا۔''

زینے طے کر کے وہ کوٹھری میں آئے جہاں حمید نے یوریشین لڑکی کو روک رکھا تھا اور یہ سمجھانے کی کوشش کرر ہا تھا کہ وہ بے حد عاشق مزاج ہے۔ لیکن اس وقت اس کی کوئی خدمت نہ کر سکے گا کیونکہ ڈیوٹی پر ہے۔

''لڑکی اب تم جا سکتی ہو۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''بہت بہت شکریہ جناب۔'' لڑکی نے کہا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے باہر نکل گئی۔

اب فریدی نے اس آدمی کو مخاطب کیا جس نے اُن کی آمد پر دروازہ کھولا تھا۔

''تم اب اوپر جاؤ۔ جسپال تمہارا منتظر ہے اور شکر کرو کہ تم دونوں بھی ایڈگر ہی کی طرح نہیں لے جائے جا رہے۔''

وہ آدمی چپ چاپ زینوں کی طرف مڑ گیا۔

وہ گلی میں آ گئے۔ ایڈگر آگے تھا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے۔

دفعتاً ایڈگر نے کہا۔ ''تمہیں پچھتانا پڑے گا کرنل۔''

''چل بے۔'' حمید غرایا۔ ''ورنہ وہ ہاتھ رسید کروں گا کہ آئندہ نسلیں بھی گنجی پیدا ہوں گی۔''

''بدکلامی مت کرو۔'' فریدی بولا۔

''بہت بہتر لیکن اس سے بھی کہیئے کہ اپنی زبان قابو میں رکھے ورنہ میرے ہاتھ بھی بے قابو ہو سکتے ہیں۔''

وہ کار تک آئے۔

''اسٹیئر کرو۔'' فریدی نے حمید سے کہا اور حمید آگے جا بیٹھا۔ فریدی ایڈگر کے ساتھ پچھلی نشست پر چلا آیا۔ کار چل پڑی۔

''تم میری نجی قید میں رہنا چاہتے ہو یا پولیس کی حوالات میں۔'' فریدی نے ایڈگر سے پوچھا۔

''میں اب اپنی زبان قطعی بند رکھوں گا۔''

''میں جانتا ہوں کہ تمہاری زبان اب قطعی بند ہو جائے گی۔ اس لئے پولیس کی حوالات میں تمہیں آرام نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ وہ لوگ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے ملزموں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچاتے ہیں۔ تم خود سوچو کہ وہ آرام کیسا ہوگا۔ تم سونا چاہو گے لیکن کوشش کے باوجود بھی نہ سو سکو گے۔ مگر تمہیں کیا بتانا تمہیں تو پہلے ہی سے تجربہ ہوگا۔''

ایڈگر کچھ نہ بولا۔

''نہیں اِسے میری نگرانی میں دے دیجئے۔'' حمید نے کہا۔

''یہ ٹو یوڈا کا صحیح پتہ جانتا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''تب تو میں اُسے پہاڑ کھاؤں گا۔ میری استدعا ہے کہ اسے میرے حوالے کر دیجئے۔''

''میرے خلاف کوئی غیر قانونی حرکت نہیں ہو سکے گی۔'' ایڈگر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ ٹو یوڈا کے سلسلے میں مجھے مخصوص احکام ملے ہیں یعنی اگر میں چاہوں تو تمہیں سڑک پر ننگا کر کے تم پر ہنٹروں کی بارش کرا دوں۔ قانون دور کھڑا مسکراتا رہے گا۔ یہ قانون صدر جمہوریہ کے خصوصی اختیارات کے ساتھ مجھ تک پہنچا ہے کیا سمجھے۔''

''لیکن کرنل۔'' اس نے کہا۔ ''اگر تم یہ جانتے ہو کہ ٹو یوڈا کے ہاتھ سے چابک کھانے والوں میں سے ہوں تو میرا محبوس کرنا کتنا خطرناک ثابت ہوگا۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تو اب یہ چاہتا ہوں کہ ٹویوڈا مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرے۔ اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ مجھے قتل کیے بغیر واپس یورپ نہ جائے گا۔''

''اگر اس نے دھمکی دی تھی تو اُسے ضرور پورا کرے گا۔ آپ کو مطمئن رہنا چاہیئے۔''

''میں بالکل مطمئن ہوں۔''

''اوہ......خیر۔''

کار فریدی کے مکان سے قریب ہی تھی کہ اچانک پچھلے پہیے کا ٹائر ایک زوردار دھماکے کی آواز کے ساتھ پھٹ گیا۔ حمید اگر فوراً ہی بریک نہ لگاتا تو اس رفتار پر اس کے الٹ جانے کے امکانات بعید نہ ہوتے۔

باہر اندھیرا تھا۔ وہ دونوں بڑی تیزی سے اُترے اور زمین پر رینگ گئے مگر کچھ دور آگے کھسکنے کے بعد ہی انہوں نے ایڈگر کی چیخ سنی اور پھر وہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں۔

فریدی نے فائر کیا لیکن آواز دور ہوتی چلی گئی۔

''ایڈگر ختم ہو گیا۔'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

دوسرا شکار

ایڈگر واقعی ختم ہو چکا تھا لیکن حمید اس سے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں نظر آ رہا تھا۔

''کار کا ستیاناس کر دیا مردود نے۔'' وہ بڑبڑایا کیونکہ پچھلی سیٹ پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

ایڈگر کی پشت میں دستے تک ایک خنجر پیوست نظر آیا۔ لیکن فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر ڈیش بورڈ کے اس حصے پر جھک پڑا جہاں ٹرانسمیٹر پوشیدہ تھا۔

''ہیلو..... تھرٹین ..... تھرٹین..... ہیلو تھرٹین۔ دیکھو جسپال جہاں رات کو ملتا ہے اُس مکان کو گھیر لو۔ جسپال اور اُس کے ساتھی کو زندہ نکالنا ہے۔ احتیاط بہت احتیاط۔ ہوسکتا ہے کہ

تمہاری نگرانی میں کوئی اُسے ختم کردے۔فوراً ایک منٹ ضائع کئے بغیر وہاں پہنچو۔ بہت محتاط رہنا۔ اُوور۔''

''آؤ چلیں۔'' فریدی نے حمید کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔'' گاڑی یہیں چھوڑو۔ اُسے بھی یہیں پڑا رہنے دو۔ ہم گھر کے قریب ہی ہیں۔''

حمید اسکے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس طرح نہ جانا چاہتا ہو۔

''آخر آپ جسپال کو پہلے ہی کیوں چھوڑ آئے تھے۔'' اس نے پوچھا۔

''جسپال بیکار ثابت ہوتا۔ وہ ٹو یوڈا کا پتہ نہ بتا سکتا۔''

''تو پھر اُسے گھیرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''اب وہ محض اس لئے ختم کر دیا جائے گا کہ میری راہ میں دشواریاں حائل ہوں۔ جسپال کے بغیر یہ ثابت کرنا دشوار ہو جائے گا کہ میں اُسے ٹو یوڈا ہی کے لئے لایا تھا اور پھر اگر یہ واقعہ میرے گھر کے قریب پیش نہ آیا ہوتا تو خیر اتنی بھی فکر نہ ہوتی۔ بہر حال ویسے بھی اگر جسپال مار ڈالا گیا تو مجھے افسوس ہوگا۔''

''اوہو تو جوابدہی سے بچنے کے لئے آپ جسپال کو زندہ چاہتے ہیں۔''

''یقیناً۔ ٹو یوڈا معمولی ذہانت کا آدمی نہیں ہے۔ اس لئے مقابلہ ہو تو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔''

وہ کچھ دیر بعد کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔

فریدی سیدھا اپنی خواب گاہ میں چلا گیا تھا۔ وہاں سے شاید اس نے فون کیا تھا اور حمید کو نوکروں نے اطلاع دی کہ قاسم بہت دیر سے اس کا انتظار ڈرائنگ روم میں کر رہا ہے۔ حمید نے گھڑی دیکھی ایک بج رہا تھا۔

''تم نے اتنی دیر تک اُسے ٹھہرنے ہی کیوں دیا۔'' حمید ایک نوکر پر چڑھ دوڑا۔

''ہم کیا کرتے صاحب۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ملاقات کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔''

''آہم.....اچھا دفع ہو جاؤ۔''

حالانکہ حمید بہت زیادہ تھکا ہوا تھا مگر قاسم کا نام اُسے ڈرائنگ روم کی طرف لے ہی گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تھوڑی تھکن ہی اُترے گی لیکن ڈرائنگ روم کے قریب پہنچ کر اس نے قاسم کے خراٹے سنے۔

قاسم ایک صوفے پر دراز تھا اور اس کی توند کسی متحرک گنبد کا سماں پیش کر رہی تھی۔ منہ کھلا ہوا تھا اور خراٹے فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔

''ابے او.....لمڈھیگ۔'' حمید نے اس کی ران میں گھٹنا مارا۔

''خرر.....خرم.....داد.....م.....واو.....م.....!'' قاسم نے منہ چلاتے ہوئے کروٹ بدلی۔

حمید نے اُس کی توند پر دو ہتھڑ چلانے شروع کئے۔

''اغے۔'' دفعتاً قاسم نے آنکھیں کھولیں اور پھر ''اغے اغے'' کرتا ہی چلا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی گھگھی بندھ گئی ہو۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پچویشن سمجھنے سے قاصر ہو۔ اس کی ''اغے اغے'' کے ساتھ ہی حمید کے دو ہتھڑ بھی چلتے رہے۔ آخر بڑی مشکل سے قاسم کو ہوش آیا اور وہ اٹھ بیٹھا اور اس کے بیٹھنے کے سلسلے میں اس کا پورا جسم کسی متحرک پہاڑ کی طرح گھوم کر رہ گیا۔ اگر حمید اچھل کر پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو اُسے معلوم ہوتا کہ کسی جنگلی بھینسے سے ٹکرانے کے بعد آدمی کتنی دیر تک اپنی محبوبہ کا نام یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

''ہائیں..... میں قہاں۔'' قاسم چاروں طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ''کیا بجا ہے۔''

اس کی آواز نیند کے دباؤ سے کچھ بھرائی ہوئی سی تھی۔ اس لئے الفاظ صوتی اعتبار سے کافی ''گاڑھے'' ہو کر اس کی زبان سے پھسل رہے تھے۔

''ایک بجا ہے۔'' حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''ارے باپ رے۔ غاڑی نقل غئی۔'' وہ آنکھیں نکال کر توند پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

''ابے یہ غاڑی کیا بلا ہے۔ جو نقل غئی۔''

''الا قسم.....حمید بھائی میں سالا ہوں ہی بدقسمت.....!'' وہ دفعتاً رودینے والی آواز میں بولا۔

''سالے ہوسکتے ہو مگر بدقسمت نہیں۔'' حمید نے تصحیح کی۔

''کیسے ہوسکتا ہوں سالا۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''چونکہ تم اپنی بیوی کو بیوی تسلیم نہیں کرتے اس لئے کسی نہ کسی کے سالے ضرور ہو گے۔''

''وہ قیسے۔نہیں بتاؤ۔میں بھی تو سنوں۔''

''پہلے تم بتاؤ غاڑی کیا ہے۔''

''ریلوے ٹرین۔ میں نے گاڑی کہا تھا۔ اس لئے تم بھی کسی نہ کسی کے سالے ضرور ہو گے۔'' قاسم نے اس طرح آنکھیں چمکا کر کہا جیسے وہ بدلہ لینے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

''مر رہے تھے تم اس صوفے پر گاڑی کہاں کی نکل گئی۔''

''ہائے وہیں کی۔'' قاسم دونوں ہاتھوں سے کلیجہ دبا کر گوپ اسٹائیل میں مسکرایا۔''وہیں کی گاڑی جہاں وہ.....بب.....بب.....بل گکاؤلی رہتی ہے۔فوٹو دیکھو گے۔''

''کیا بک رہے ہو۔بل گکاؤلی کیا بلا ہے۔''

''ابے پھر کچھ اور کہتے ہوں گے۔بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ پیارے۔'' قاسم بڑے اچھے موڈ میں تھا۔

''آہا یہ گل بکاؤلی الٹی لٹکائی گئی ہے۔''

''جیو.....حمید بھائی۔میری جان.....وہی وہی میں بھول غیا تھا۔ابے تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ اب کبھی نہ کہنا کہ لونڈیاں مجھے لفٹ نہیں دیتیں۔''

''کیا مطلب۔''حمید نے پلکیں جھپکائیں۔

''مطلب۔'' قاسم اُسے گھورتا ہوا اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک لفافہ نکالا اور لفافے سے برآمد ہونے والی چیز ایک تصویر تھی۔کسی دلکش لڑکی کی تصویر جس کے نیچے انگریزی میں ''لوسی پالگریو'' تحریر تھا۔

حمید نے اُسے دیکھا اور پھر استفہامیہ انداز میں قاسم کی طرف دیکھنے لگا۔

''بولو کیسی ہے۔''

''کوئی خاص نہیں۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''ابے جاؤ۔'' قاسم ہاتھ ہلا کر بولا۔''بڑے آئے کہیں کے۔ ابے تم لونڈیاں کے چودھری ہو؟''

''یہ ہے کون۔'' حمید نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''ڈارلنگ آف مائی ہارٹ..... ہاہا.....!'' قاسم سینے پر دو ہتھڑ مار کر دھاڑا۔''تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ یہ صرف میری تصویر دیکھ کر رہی ہی..... ہی ہی..... ہی ہی۔''

''قاسم یہ شریفوں سے ملنے کا وقت نہیں ہے۔''

''یار سنو تو سہی۔ اب تو میری گاڑی بھی چھوٹ گئی ہوگی۔ میں اسی سے ملنے کے لئے نصیر آباد جا رہا تھا۔''

''ضرور جا رہے ہو گے۔ لیکن میرا دماغ چاٹنے کیوں آ گئے۔''

''تمہیں بتانا تھا کہ دیکھو..... دیکھو..... ہائے..... کتنی بے کرار..... قرار ہوگی۔''

حمید چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔''تم اس سے ملنے کے لئے نصیر آباد جا رہے تھے لیکن یہ تصویر تمہیں کہاں سے ملی۔''

''کہاں سے ملی۔ ارے خود اسی نے بھیجی۔ میری تصویر دیکھی تھی۔ ہاں تم نہیں جانتے۔ میں نے یہاں ایک بار ایک اسکول کے جلسے کی شدارت کی تھی۔''

''شدارت.....!''

''ابے ہاں..... شدارت ہی تو کہتے ہیں۔ وہ جو ایک کرسی پر بٹھا دیا جاتا ہے اور لوگ جناب شدر کہتے ہیں اُسے۔ وہ سالا کیا ہوتا ہے۔''

''ابے صدر..... ڈیوٹ۔''

''چلو وہی ہوگا۔ ہاں تو میں جلسے کا وہی بنایا گیا تھا اور میں نے بیس ہزار روپیہ چندہ دیا تھا اسی اسکول کے میگزین میں میری تصویر چھپی تھی۔ لوسی پالگیر یو ڈارلنگ نے میری تصویر دیکھ کر

مجھے ایک خط لکھا۔ ہائے حمید بھائی اللہ قسم لکھتی ہے جالم.....ظالم کہ آپ کی تصویر اتنی اچھی لگی کہ آپ کو دوست بنانے کو دل چاہتا ہے۔ میرے پن فرینڈ بن جایئے۔ اے بس۔ پھر میں اس کا پن فرینڈ بن گیا۔ کیا خط لکھتی ہے۔ ہائے۔ پھر اپنی تصویر بھیج دی اور حمید بھائی تم چکد..... چغد ہو۔ بالکل اتنی فس کلاس لونڈیا تم نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔ اب میں اس سے ملنے جارہا ہوں نصیر آباد۔''

''اچھی بات ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''جاؤ.....اگر اس کی کوئی خالا والا بھی ہوتو مجھے بھی اطلاع دینا۔''

''قیوں؟''

''بس اب جاؤ۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

''بھگاتے ہو۔'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

''نہیں۔ التجا کرتا ہوں۔ تم سے تھوڑی دیر گفتگو کر لینے کے بعد یہی محسوس ہونے لگتا ہے جیسے کھوپڑی کے اندر بھس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔''

''تم میری بہت توہین کرنے لگے ہو۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''خیر میں بھی دیکھوں گا۔''

''مگر تم اس وقت یہاں کیوں آئے تھے۔''

''میں اسٹیشن سے تمہارے پاس آیا تھا۔ احسان فروش۔''

''احسان فراموش۔''

''ٹھینگے سے۔'' قاسم جھلا گیا۔ کچھ بھی ہو مگر تم واہیات آدمی ہو۔ دو کوڑی کے۔''

''اچھا تم اسٹیشن گئے تھے۔ نصیر آباد جانے کے لئے پھر تمہیں خیال آیا کہ حمید کو تو بور کیا ہی نہیں۔''

''اے بس جہنم میں جاؤ۔'' قاسم کسی لڑاکا بھٹیارن کی طرح ہاتھ ہلا کر باہر نکل گیا۔

حمید خواب گاہ کی طرف جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ فریدی ڈرائنگ روم میں داخل

ہوا۔ اس کے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

''میری بلیک فورس کے آدمی ناکام رہے۔'' اس نے کہا۔

''کیوں؟''

''جسپال نہیں ملا۔ اس کا دوسرا ساتھی زخمی حالت میں وہیں بے ہوش پایا گیا ہے۔''

''تو پھر اس کا مطلب یہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس کا ساتھی ٹویوڈا کے نام سے بھی واقف نہ ہوگا۔''

''تمہارا خیال صحیح ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''دراصل مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی۔ میں نے اس لڑکی کو سمجھنے میں دھوکا کھایا تھا۔ وہ بھی حقیقتاً ٹویوڈا کے گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔''

''پھر آپ کیا سمجھے تھے۔''

''میں اُسے صرف کوئی پیشہ ور لڑکی سمجھا تھا۔''

''کیپٹن حمید کو ایسے مواقع پر فراموش نہ کیا کیجئے۔'' حمید فخریہ انداز میں مسکرایا۔

''آپ بھی تو جھک ہی مارتے رہے۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا ''وہ کافی دیر تک آپ کے ساتھ رہی تھی۔''

''میں سمجھا تھا شاید وہ چھٹی پر ہے۔''

''بکواس نہ کرو۔'' فریدی بڑبڑایا۔ ''وہ کم بخت شکست پر شکست دے رہا ہے۔''

''جب تک میرے مشورے پر عمل نہ کیجئے گا یہی ہوتا رہے گا۔''

''فرمائیے۔''

''بس ایک طرف سے بزن۔ جن لوگوں پر شبہ بھی ہو جائے کہ یہ ٹویوڈا کے آدمی ہیں ان میں ہراس پھیلائیے۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''بس تھوڑی سی سنسنی۔ ٹویوڈا جیسے لوگوں کو مرعوب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''فضول۔ وہ مرعوب ہونے کی بجائے اسے میری کمزوری پر محمول کرے گا۔''

''زیادہ سوچنا بھی بعض اوقات بیکار ثابت ہوتا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''تمہارا خیال غلط ہے۔ میں اُسے تسلیم نہیں کرسکتا۔ سوچنا کبھی بیکار ثابت نہیں ہوسکتا۔''

''بس تو پھر سوچ سوچ کر اُسے مار ڈالئے۔''

''شاید تم پر نیند سوار ہے۔'' فریدی اُسے گھورنے لگا۔

''جی ہاں۔ اب میں سونا چاہتا ہوں۔''

''تم نہیں سوسکو گے۔''

''کیوں؟''

''بس میری مرضی۔ میں آج.....!''

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی ایک ملازم نے اطلاع دی کہ خواب گاہ میں فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔

فریدی چلا گیا اور حمید کپڑوں سمیت ایک صوفے پر دراز ہوگیا۔ ارادہ یہی تھا کہ وہ اسی طرح سو جائے گا۔ آنکھیں بھی بند کرلیں مگر دوسرے ہی لمحے میں اُس نے قاسم کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔ ''حمید بھائی۔ سو گئے کیا۔''

''کیا ہے۔'' حمید پھاڑ کھانے کے سے انداز میں اٹھ بیٹھا۔

''کھفا کیوں ہوتے ہو پیارے۔ میں نے کہا مجھے گھسنے کی کوشش کررہے ہو۔ ابے ایک کیا دس لاشیں میری راہ میں پھینکوا دو سبھوں کو روندتا ہوا نکل جاؤں گا۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' حمید نے پلکیں جھپکائیں۔

''آہا..... اب اور گھسو گے۔ ابے پتہ نہیں کیا خیال کرکے چھوڑ دیتا ہوں۔ ورنہ تمہیں تو رگڑ ہی ڈالوں گا۔''

''میں تمہیں کتوں سے نچوا ڈالوں گا۔ ورنہ ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔''

''ابے میں تمہارے کتوں سے نہیں ڈرتا۔ ذرا نکالو تو باہر سالوں کو میں بھی تو دیکھوں کیسے ہیں۔''

''تم واپس کیوں آئے۔''

''اور نہیں تو کیا اس لاش پر بیٹھ کر تمہارے نام کو روتا۔''

''کیا لاش لگا رکھی ہے۔''

''اچھا جی۔'' قاسم اُسے گھورنے لگا۔ ''ابے اے سراغ رساں کے بچے۔ تم لاٹ صاحب نہیں ہو۔ میں ابھی آئی جی صاحب کو فون کرتا ہوں کہ حمید نے مجھے ڈرانے کے لئے ایک آدمی کا خون کر دیا۔ لاش پھاٹک پر پڑی ہوئی ہے۔''

''کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو۔''

''اچھا..... اچھا میں دیکھ لوں گا۔'' قاسم غرایا اور جانے کے لئے مڑا۔ مگر اس بار حمید بھی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ پورچ سے کچھ دور چلنے کے بعد اس نے ٹارچ روشن کر لی کیونکہ پورچ سے پھاٹک کی طرف جانے والی روش کا کچھ حصہ تاریک تھا۔ شاید قاسم کو علم نہیں تھا کہ حمید اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آگے ٹارچ کی روشنی دیکھ کر رک گیا۔

''قیوں..... اب کیوں دوڑے آئے۔'' اس نے کہا۔

''مجھے شبہ ہے کہ تم نے کوئی لاش ضرور دیکھی ہے۔''

''تمہارے شبہے کی ایسی کی تیسی۔ تم واپس جاؤ۔ میں لاش کو پھلانگ سکتا ہوں۔''

''تم تو اپنے باپ کو بھی پھلانگ سکتے ہو۔''

''کیا مطلب۔ اس جملے کا مطلب سمجھاؤ۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔''

''مطلب ایک پرچے پر لکھ کر تمہارے باپ ہی کو بھجوا دوں گا۔ وہ یہ معلوم کر کے بے حد خوش ہوں گے کہ ہاتھی زادے ایک لڑکی کے چکر میں نصیر آباد تشریف لے گئے ہیں۔''

''اللہ قسم اگر تم نے کسی کو بتایا تو اچھا نہ ہوگا۔''

''تم آگے چلو۔ کھسکو ورنہ۔''

''ابے چل تو رہا ہوں۔'' قاسم جھلا گیا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ ''اے پیارے سنو۔ کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ اچھا..... میں اب تم سے کبھی جھگڑا نہ کروں گا۔''

''لاش کہاں ہے۔''

''ٹھینگے پر ہے لاش۔ میری بات کا جواب دو۔''

حمید خود ہی آگے بڑھ گیا۔ لیکن قاسم نے جھک کر اس کی کمر پکڑلی۔ حمید نے اس کی توند پر کہنی ماری اور قاسم ''سی'' کر کے رہ گیا۔

''یار واقعی بڑے سُوّر ہو تم حمید بھائی۔ مگر اچھا بیٹا۔ اب اپنی کمر چھڑالو تو جانوں، یہیں لکڑی کی طرح توڑ کر رکھ دوں گا۔''

حمید زور لگانے لگا۔ مگر وہ آدمی کی گرفت کب تھی۔ ویسے حمید یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ قاسم کے کہیں چوٹ آجائے، ورنہ قاسم تو کسی ارنے بھینسے کی طرح ڈکرا کر چت ہو جاتا۔

''وہاں کون ہے۔'' دفعتاً پورچ کی طرف سے فریدی کی گرجدار آواز آئی اور قاسم نے حمید کی کمر چھوڑ دی۔ حمید تیر کی طرح پھاٹک پر پہنچا اور ٹارچ روشن کی۔

پھاٹک کے پاس ہی ایک لاش راستہ روکے پڑی تھی۔

''لاش.....!'' حمید چیخا۔

پھر تھوڑی دیر بعد ہی فریدی اُسے بتا رہا تھا کہ وہ جسپال کی لاش تھی۔

قاسم جا چکا تھا۔

''وہ ٹویوڈا کی ٹرنک کال تھی۔'' فریدی نے کہا۔ ''نصیر آباد سے۔ اُس نے کہا ہے کہ وہ اسی طرح مجھے کچھ دن ذلیل کر کے آخر کار ختم کر دے گا۔''

''میں کل ہی نصیر آباد جاؤں گا۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔ ''دیکھتا ہوں مجھے کون روکتا ہے۔''

فریدی ہنس رہا تھا۔

الجھن

نادر پھولوں کے بیج خرید کر دوکان سے باہر آیا۔ اس وقت صدر کے فٹ پاتھوں پر تل رکھنے کی جگہ بھی مشکل سے نظر آتی تھی۔ نصیر آباد صدر کی شامیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ کھوے

سے کھو اچھلتا تھا۔ ایک کنارے کھڑے ہوکر تھالی پھینکیے وہ سروں پر پھسلتی ہوئی دوسرے کنارے پر جا گرے گی۔

نادر سر جھکائے ہوئے ایک طرف چلنے لگا۔ لیکن اچانک اُسے ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے اُس کی ٹانگوں میں ٹانگ پھنسا کر دھکا دیا ہو۔ وہ منہ کے بل راہگیروں پر آیا۔ بھیڑ کائی کی طرح پھٹی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ پتھریلے فٹ پاتھ پر تھا۔

پھر اس کی پرواہ کئے بغیر ہی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا کہ پیشانی میں کتنی چوٹ آئی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لوگ رک گئے تھے۔ کچھ بڑبڑا رہے تھے اور کچھ ہنس رہے تھے۔ ان میں سے کسی کی بھی آنکھوں میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات نہیں نظر آئے۔

نادر کا دل چاہا کہ وہیں قتل عام شروع کردے۔ لیکن اس نے خود کو قابو میں رکھا اور پھر چل پڑا۔ لیکن اس کے ذہن میں آندھیاں سی اٹھ رہی تھیں۔ اگر صرف پیروں میں کسی کی ٹانگ لگ جانے ہی کا معاملہ ہوتا تو وہ اُسے اتفاق سمجھ کر چپ ہو رہتا مگر اُسے تو اچھی طرح یاد تھا کہ کسی نے اُسے دھکا بھی دیا تھا۔ اس کا ذہن کشت وخون کی باتیں سوچ رہا تھا۔ مگر پھر یک بیک خیال آیا کہ وہ اپنی زندگی کی راہ بدل چکا ہے، اُسے صبر سے کام لینا چاہئے۔

وہ ملبوسات کی اس دوکان میں واپس آیا جہاں سلویا کو چھوڑ کر بیج خریدنے گیا تھا۔ سلویا یہاں کچھ کپڑے خریدنے کے لئے رکی تھی۔

''تم بہت جلد واپس آگئے۔''

''ہاں مادام صرف بیج ہی تو خریدنے تھے۔''

کپڑے خرید کر سلویا بھی باہر نکل آئی۔ اس نے اپنی چھوٹی سی آسٹن ایک گلی میں پارک کی تھی۔

جیسے ہی وہ گلی میں داخل ہونے لگی نادر کا سر چکرا گیا کیونکہ کھوپڑی پر پڑنے والا ہاتھ اتنی ہی قوت سے پڑا تھا ''چٹاخ'' کی آواز شاید دور دور تک پھیلی تھی۔ وہ غراتا ہوا پلٹ پڑا لیکن وہ کس کا ہاتھ پکڑ کر کہتا کہ وہ حرکت اسی کی تھی۔ بہتیرے لوگ تو بالکل ہی بے تعلقانہ انداز میں

گذر رہے تھے اور کچھ اسے اس لئے گھور رہے تھے کہ اس کے پیچھے ہی ایک حسین سی یوریشین عورت کھڑی تھی۔

''چلو کیوں وقت برباد کر رہے ہو۔'' سلویا نے کہا۔

''ج.....جی ہاں۔ چلئے مادام۔'' نادر نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا۔

سلویا اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گئی اور نادر سامان اٹھائے ہوئے پچھلی نشست پر آ بیٹھا۔ کار گلی سے نکلی اور سلویا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''مجھے اتنے بے تکلف دوست قطعی پسند نہیں ہیں، جو سرِ راہ بے عزتی کر بیٹھیں۔ تم خود سوچو یہ کتنی بُری بات تھی۔ لوگ مجھے کیسی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں اب تمہیں اپنے ساتھ کبھی باہر نہ لے جاؤں گی۔ سوچ سوچ کر شرم محسوس ہو رہی ہے۔''

''یقین کیجئے مادام۔'' نادر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''یہاں نصیر آباد میں میرا کوئی شناسا نہیں ہے۔ میں ابھی حال ہی میں رام گڈھ سے آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی نامعلوم آدمی یہاں میرا دشمن ہو گیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے جب میں بیج خرید کر فٹ پاتھ پر آیا تھا تو کسی نے مجھے دھکا دے کر گرایا بھی تھا۔''

''ہو سکتا ہے۔'' سلویا کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔ ''مگر تم خود سوچو کہ یہ کتنی بُری بات ہے۔''

''یقیناً بُری بات ہے مادام۔ لیکن میں نے ابھی جو کچھ بھی کہا ہے اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں۔''

سلویا کچھ نہ بولی۔ البتہ نادر ہی کچھ دیر بعد بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ کون اس طرح دشمنی پر آمادہ ہے۔ دیکھئے میں آپ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ آج آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں صاحب ہی کے دفتر میں بحیثیت کلرک ملازم ہوا تھا۔ ایک دن کسی نامعلوم آدمی نے صاحب کے کمرے ہی میں مجھ سے فون پر گفتگو کی وہ مجھ سے اعتراف کرانا چاہتا تھا کہ میں ایک پُراسرار آدمی ہوں جہاں تک میری پچھلی زندگی کا سوال ہے میں واقعی بہت بُرا آدمی تھا۔ مگر اب میں ایک شریف آدمی بننے کی کوشش کر رہا ہوں، لہٰذا میں کیسے اعتراف کر لیتا کہ میں اب بھی بُرا آدمی ہوں۔

اس نامعلوم دشمن نے صاحب کو میری پچھلی زندگی سے آگاہ کردیا تھا اس لئے انہوں نے مجھے دفتر سے الگ کردیا۔ لیکن وعدہ کیا کہ میرے لئے کہیں کوئی دوسرا کام تلاش کردیں گے۔ میں صاحب سے بنگلے پر ملا۔ آپ جانتی ہیں۔ انہوں نے میرے لئے کون سا کام تجویز کیا تھا۔"

"نہیں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ سرمایہ ان کا ہوگا اور محنت میری۔ میں کوکین اور دوسری منشیات کی غیر قانونی تجارت کروں۔"

"اوہ.....پھر.....!"

"میں نے انکار کردیا مادام۔ میں نے کہا میں باعزت طور پر جائز وسائل سے اپنے لئے روزی کمانا چاہتا ہوں۔ اس پر جھلا کر انہوں نے باغبانی کی تجویز پیش کی، جسے میں نے بخوشی منظور کرلیا۔ لیکن انہوں نے چھ ماہ کے معاہدے کی شرط رکھی میں اس پر بھی تیار ہوگیا اور آپ مجھے اتنے دنوں سے دیکھ رہی ہیں کہ میں کتنی محنت سے کام کررہا ہوں۔"

سلویا فوراً ہی کچھ نہ بولی۔ نادر بھی خاموش ہوگیا تھا۔

کچھ دیر بعد سلویا نے کہا۔"میں اپنے صاحب سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس لئے میں تمہاری کہانی کو نہ حیرت انگیز سمجھ سکتی ہوں اور نہ غلط قرار دے سکتی ہوں۔ مگر یہ سن کر حیرت ہوئی ہے کہ تم کبھی بُرے آدمی بھی تھے۔"

"مجھے اعتراف ہے محترمہ کہ میں بہت بُرا آدمی تھا۔"

"تم پر قتل کا الزام تو نہیں ہے۔" دفعتاً سلویا نے چونک کر پوچھا اور نادر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"آپ مطمئن رہئے مادام۔ میں روپوش ملزموں میں سے نہیں ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں نے خود کو پولیس سے چھپانے کے لئے آپ کے بنگلے میں پناہ لی ہے اور اگر آپ کو شبہ ہی ہے تو مجھے پولیس اسٹیشن لے چلئے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ پولیس والے میرا نام سنتے ہی حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں گے۔ لیکن اگر وہ مجھے حراست میں لے سکیں تو مجھے وہیں گولی مار دیجئے گا۔ اس سے صرف اتنا ہی ہوگا کہ نصیر آباد کی پولیس ہوشیار ہوجائے گی اور سرکاری طور

پر آپ کو مجھ سے خبردار رہنے کا مشورہ ضرور دیا جائے گا اور میری نگرانی بھی شروع کر دی جائے گی۔"

"اتنے خطرناک آدمی ہو۔" سلویا نے پلکیں جھپکائیں۔

"ہوں نہیں بلکہ تھا مادام۔ لوگ اس پر یقین نہیں کرتے کہ پہلے تھا۔ اب نہیں ہوں۔"

"ہاں۔ یہ دشواری تو ضرور پیش آتی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ جب تم میرے واقعات سے واقف نہیں تھے اس وقت تمہاری نظروں میں جتنی وقعت تھی اب نہ رہی ہوگی۔"

"اس سے زیادہ بڑھ گئی ہے مادام اور اب اس میں ہمدردی بھی شامل ہے۔ جو شخص اپنی بُرائیاں تسلیم کر لینے کے سلسلے میں لوگوں کی نظروں سے گرنے کا خطرہ مول لے اس سے زیادہ باہمت اور اونچا آدمی تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور آپ نے اپنی کہانی تو مجھے اس لئے سنائی تھی کہ میں آپ کے شوہر سے ہوشیار رہوں۔ یعنی مجھے ایک دلدل سے نکالنے کے لئے آپ نے خود کو میری نظروں سے گرانے کا خطرہ بھی مول لیا تھا۔ میں تو فی زمانہ اتنی جرأت اور عالی ہمتی دوسری عورتوں میں نہ پاسکوں گا۔ آپ میری نظروں میں بہت بلند ہیں مادام۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی کہانی عام نہ ہوگی۔"

"کوئی نہیں جانتا۔ کوئی بھی نہیں۔ کم از کم میرے آبرو باختہ ہونے کا علم تو کسی کو بھی نہیں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ تیرہ سال کی عمر سے سن بلوغ تک اس کی داشتہ رہی ہوں۔ لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ وہ میرے سرپرست کی حیثیت رکھتا ہے اور میں اس کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہوں۔"

"پھر آپ ہی بتایئے کہ میری نظروں میں آپ کا مقام بلند کیوں نہ ہو۔"

سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہوگئی۔ پھر کچھ دیر بعد بولی۔ "میں یہ کیوں نہ سمجھوں کہ میرا شوہر تمہیں بُری راہ پر ہی لگنے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ تمہیں بے بسی کا احساس دلا کر دوبارہ تمہیں تمہاری پچھلی زندگی کی طرف واپس لے جانا چاہتا ہے۔"

"میں نے بھی اکثر یہی سوچا ہے مادام۔ وہ انہیں کا کوئی آدمی تھا جس نے فون پر مجھ سے گفتگو کی تھی لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ میں مزدوروں کی طرح کام کر کے پیٹ پال

سکتا ہوں تو انہوں نے اس قسم کی حرکتیں شروع کرادیں۔ اب دیکھئے نا مادام آدمی ہی ہے۔ فرشتہ نہیں ہوسکتا۔ ویسے فرشتہ بننے کی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن حقیقتاً فرشتہ نہیں ہے۔ اُسے غصہ بھی آ ہی سکتا ہے اور ایسے اوچھے قسم کے حملے تو پاگل ہی کر دیتے ہیں۔ جب میں فٹ پاتھ پر گرا تھا تو بے اختیار یہی دل چاہا تھا کہ چاقو نکال کر ایک سرے سے قتل عام شروع کردوں۔ یہ سوچے بغیر کہ حرکت کس کی تھی اور پھر جب وہ طمانچہ میرے خدا اگر..... میرے خدا.....!''

نادر کی آواز شدت جذبات سے کانپ گئی۔

''میں سمجھتی ہوں نادر۔'' سلویا نرم لہجے میں بولی۔

پھر نادر خاموش ہوگیا اور کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ پھر وہ بنگلے میں داخل ہوئے۔ جب اندر جانے کے لئے راہداری سے گذرنے لگے تو نادر کی نظر منیجر پر پڑی۔ وہ ڈرائنگ روم میں تنہا تھا اور غصے میں معلوم ہوتا تھا۔

''ٹھہرو۔'' اُس نے ہاتھ اٹھا کر اُنہیں روکا۔ ''اِدھر آؤ۔''

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ نادر سلویا کا خرید کردہ سامان اٹھائے ہوئے تھا۔

''تم بالکل گدھے اور اُلو کے پٹھے ہو۔'' منیجر نادر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

نادر سرخ ہوگیا۔ بس پتہ نہیں کس قوت نے اُسے روکا تھا۔ ورنہ پرانا نادر تو منیجر کے کڑوے تیور ہی پر جاگ اٹھا تھا۔ اس نے بہت ضبط کر کے دھیمی آواز میں کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''میں نے تمہارے سپرد باغ کیا ہے یا تم شہر میں خرید وفروخت کرنے کے لئے رکھے گئے ہو۔''

''میں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔'' سلویا بولی۔

''تم خاموش رہو۔'' وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

سلویا خاموش ہوگئی۔ مگر وہ قہر آلود نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

''مادام کے حکم سے سرتابی کیسے کرتا جناب۔'' نادر نے کہا۔

''مادام کے بچے۔ تم صرف مالی ہو۔''

''تم برابر میری توہین کئے جارہے ہو۔'' سلویا نے غصیلی آواز میں کہا۔

''تم یہاں کھڑی کیوں ہو۔ دفع ہو جاؤ۔''

''کیا تم آدمیوں کی طرح گفتگو نہیں کر سکتے۔''

''نہیں کر سکتا۔'' منیجر گردن جھٹک کر بولا۔

''تمہیں شرم آنی چاہئے۔''

''نہیں آئے گی۔''

بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یا تو دیوانہ ہو گیا ہے یا نشے میں ہو۔

سلویا نے نادر کے ہاتھ سے پیکٹ لئے اور انہیں بازوؤں میں سنبھالتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''میں سمجھتا ہوں۔'' منیجر آنکھیں نکال کر بولا۔ ''تمہاری پچھلی زندگی۔ مگر پچھلی کیوں پتہ نہیں اب کس قسم کا فراڈ کرنا چاہتے ہو۔ میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا کہ تم نے اپنا پچھلا پیشہ ترک کر دیا ہے، جس شخص نے تمہارے متعلق فون پر اطلاع دی تھی وہ تم سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتا ہے۔ اس نے مجھے فون پر ہی بتایا تھا کہ تم بہت مالدار آدمی ہو۔ مگر میں آگاہ کرتا ہوں کہ میں بھی اچھا آدمی نہیں ہوں۔''

''دیکھئے جناب میں آپ کا ملازم ہوں اس لئے آپ کے اچھے یا بُرے ہونے کا سوال ہی نہیں ہے۔ آخر اب تک میں نے آپ کو کتنے دھوکے دیئے ہیں۔ آپ کو میرے فراڈ سے کیا نقصان پہنچا ہے۔''

''مجھ سے بحث نہ کرو۔''

''میں نے نہیں شروع کی تھی بحث۔''

''تم گدھے ہو۔ تمیز سے بات کرو۔''

''میں نے ابھی تک کوئی بدتمیزی نہیں کی جناب۔ صرف آپ کی باتوں کا معقول جواب

دیتا رہا ہوں۔''

''تم بنگلے کے اندر کیوں آتے ہو۔''

''خود سے کبھی نہیں آیا جناب۔ اگر مادام کوئی کام ہوتا ہے تو طلب کر لیتی ہیں۔''

''تم اس کے ملازم ہو یا میرے۔''

''میں تو یہی سمجھا تھا جناب کہ وہ مالکہ ہے۔''

''میں سب سمجھتا ہوں۔''

''آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں لیکن ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس جملے سے آپ کی کیا مراد ہے۔''

''میں ابھی تمہارا حساب کئے دیتا ہوں۔ تم جا سکتے ہو۔''

''چھ ماہ سے پہلے نہیں جناب۔ ہمارے درمیان تحریری معاہدہ موجود ہے۔''

''میں اُسے منسوخ کرتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ اس میں کوئی ایسا نکتہ نہیں نکال سکیں گے جس کی رو سے آپ ایسا کر سکیں۔''

''میں تمہیں نہیں رکھنا چاہتا۔''

''اگر وہ معاہدہ موجود نہ ہوتا تو میں خود بھی یہاں رہنا پسند نہ کرتا۔''

''میں اُسے پھاڑ دوں گا۔ کبھی کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔''

''شاید آپ بھول رہے ہیں کہ اس کی کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔''

''میں کہتا ہوں مجھ سے بحث نہ کرو۔'' منیجر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''تمہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔''

''اگر میں چھ ماہ سے پہلے جانا چاہتا تو آپ مجھے جیل بھجوا دیتے۔ اب آپ مجھے نکال رہے ہیں تو میں کس سے فریاد کروں۔''

''اب اگر نہ جاؤ گے تو جیل ہی جانا پڑے گا۔''

''کوشش کیجئے۔'' نادر نے کہا۔

''چلے جاؤ یہاں سے۔'' منیجر گرجا۔ ''تم میری اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر نہیں داخل ہو گے۔''

''مادام کا حکم نہ مانوں۔''

''نہیں۔''

''بہت بہتر ہے۔ اب ایسا ہی ہوگا۔''

''باغ کا ستیاناس ہو کر رہ گیا۔''

''پہلے سے بہتر ہے جناب۔ جب میں آیا تھا تو یہاں خاک اڑتی تھی۔''

''جاؤ۔''

نادر اپنی کوٹھری میں چلا آیا۔ منیجر کے خلاف اس کا غصہ تو کبھی کا غائب ہو چکا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ منیجر کو اس کا سلویا کا ربط ضبط پسند نہیں تھا۔ اس نے ایک سگریٹ سلگایا اور فرش پر چت لیٹ گیا۔ ابھی اُسے کیاریوں میں پانی دینا تھا۔ اس نے سوچا کہ سگریٹ ختم ہونے تک پائپ بھی خالی ہو جائے گا۔ کیونکہ ملبوسات کی دیکھ بھال کرنے والی عورت نل پر کپڑے دھو رہی تھی۔

سگریٹ ختم کر کے وہ پھر باہر آیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔

اُسے منیجر پورچ میں کھڑا نظر آیا۔ نظر ملتے ہی اُس نے اشارہ کیا اور نادر اس کی طرف چلا گیا۔

نادر سمجھا تھا شاید پھر وہ کھوپڑی سے باہر ہو جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ اب وہ معمول پر آ چکا تھا اور آنکھوں میں پھر وہی پہلی سی مکار طبیعت کی غماز چمک عود کر آئی۔

''تم واقعی اچھے بن رہے ہو۔ مگر یہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''اوہ۔ تم شاید اتنے ذہین بھی نہیں ہو جتنا میں نے سن رکھا ہے۔''

''سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''میں دراصل اس وقت تمہارا امتحان لے رہا تھا۔ واقعی تم نے کافی حد تک خود پر قابو پالیا ہے۔''

''بات دراصل یہ ہے جناب۔'' نادر مسکرایا۔ ''پھاوڑا چلانے سے جسم میں قوت آتی ہے اور قوت سے تو شیر تک قابو میں آجاتے ہیں۔ اپنی طبیعت کیا چیز ہے۔''

''اور تمہارے اس امتحان کے چکر میں بیوی کو بھی ناراض کردیا۔ سلویا بہت رنجیدہ ہے۔ اُسے حالات کا چونکہ علم نہیں ہے اس لئے راہ راست پر لانے کے سلسلے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن ٹھہرو۔ کیا تم سلویا کو صحیح الدماغ سمجھتے ہو۔''

''یقیناً جناب۔ انہوں نے ابھی تک مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں ان کی دماغ کی خرابی کا نتیجہ سمجھ سکتا۔''

''وہ صحیح الدماغ نہیں ہے۔ اس سے شادی کرکے میں نے سخت غلطی کی ہے۔ یہ مجھے اکثر بتایا کرتی ہے کہ جب وہ چھ سال کی تھی تو اُسے پریاں اٹھالے گئی تھیں اور بھی نہ جانے کیا الا بلا..... میں اس کا مذاق اڑاتا تھا تو خفا ہوجاتی تھی مگر اب میں اس سے خائف ہوں، بے حد خائف۔ ادھر آؤ..... میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں مجھے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے۔ مجھے معاف کردو۔ اس وقت بہت غصے میں تھا۔ وہ عورت مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کررہی ہے۔''

نادر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ پائیں باغ کے ایک گوشے میں آئے۔

منیجر کہہ رہا تھا۔ ''میں اتنا اچھا آدمی بھی نہیں ہوں کہ فرشتہ کہلاؤں۔ دولت حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع اختیار کرنے ہی پڑتے ہیں لیکن میں ان حدود میں کبھی داخل نہیں ہوا جہاں قانون کے بگڑے ہوئے تیور بھی برداشت کرنے پڑیں۔ دنیا میں کوئی ایسا فرشتہ ہے جو سینے پر ہاتھ رکھ کر ایمانداری سے کہہ سکے کہ اس کی ذات سے کبھی کسی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ایک ہمدرد کی ضرورت ہے اور میں تمہیں قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔ سلویا اب مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ وہ مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دے رہی ہے۔ ملازموں سے میرے متعلق من گڑھت اور بے تکی باتیں کرتی ہے۔''

''مگر جناب انہوں نے مجھ سے کوئی بے تکی بات نہیں کہی۔''

''نہ کہی ہوگی۔ لیکن تمہیں میرا ہر حال میں ہمدرد رہنا پڑے گا۔'' منیجر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور نادر نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔

وہ لڑکی

حمید نصیر آباد پہنچ چکا تھا اور فریدی کی ہدایت کے مطابق میک اپ میں تھا۔ لیکن فریدی نے اُسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہوگا۔ بس وہ گرینڈ ہوٹل میں ٹھہر گیا تھا۔ فریدی نے بس اتنا ہی کہہ دیا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی ٹھہرے اس ہوٹل کے نام سے اُسے بذریعہ تار مطلع کردے چونکہ حمید کو کام کی نوعیت کا علم نہیں تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ قاسم کو تلاش کرنا چاہئے۔ بیکاری کے اوقات کے لئے قاسم کچھ ایسا بُرا بھی نہیں تھا۔

حمید کو علم تھا کہ قاسم کسی لڑکی کے چکر میں نصیر آباد آیا ہے۔ اس نے اس لڑکی کی تصویر بھی دکھائی تھی اور شاید نام بھی بتایا تھا مگر نام اب ذہن سے اتر گیا تھا۔

بہر حال حمید نے یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اس کا اندازہ صحیح بھی نکلا تھا۔ قاسم بھی گرینڈ ہی میں مقیم تھا۔ مگر دشواری میک اپ کی تھی۔ حمید اس پر خود کو ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن پھر بھی دوسرے ذرائع سے وہ اُسے اپنی تفریحات میں گھسیٹ سکتا تھا۔

قاسم سرِ شام ہی ڈائننگ ہال میں جم گیا تھا۔ حمید نے اُسے دیکھا اور وہ بھی اُس کے قریب ہی کی میز پر جا بیٹھا۔

قاسم کبھی جماہیاں لیتا اور کبھی کچھ سوچتا ہوا منہ چلانے لگتا۔ پتہ نہیں وہ رات کے کھانے کے متعلق سوچ رہا تھا یا اُسے کسی کا انتظار تھا۔ ہوسکتا ہے وہ اسی لڑکی کا منتظر رہا ہو جس کے لئے وہ نصیر آباد آیا تھا۔ اس لئے حمید کو علم نہیں تھا کہ اس لڑکی سے ملاقات ہوئی بھی تھی یا نہیں۔

حمید خاموش بیٹھا رہا۔ مگر اُسے حیرت تھی کہ قاسم ڈائننگ ہال میں بے کار بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ابھی تک کھانے پینے کا چرخہ نہیں چلایا تھا۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اسموکنگ پائپ اور تمباکو کا ڈبہ تھا جو قاسم کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ حمید نے اُسے کبھی تفریحاً بھی تمباکو پیتے نہیں دیکھا تھا۔ اب وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ قاسم تمباکو کیسے پیتا ہے۔ اس نے اپنے حلق سے چند بے ہنگم سی آوازیں نکال کر قاسم کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ بے کاری کی اکتاہٹ نے قاسم کو بھی ایک مشغلہ سمجھا ہی دیا اور وہ بھی اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا لیکن اب وہ حمید کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد حمید نے دیکھا کہ وہ پائپ سلگانے کی کوشش کررہا ہے اور سانپ کی سی پھپھکاریں ہال میں گونج رہی تھیں۔ کئی آدمی قاسم کی طرف دیکھنے لگے لیکن وہ ان سب سے بے پرواہ سلائیاں پھونکتا رہا۔

پھر حمید نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی۔ ''پتہ نہیں یہ حرامزادے اتنا گیلا تمباخو قیوں بناتے ہیں۔ اچھا سالو.....اب تمباخو کا کارخانہ بھی کھولوں گا۔''

حمید نے بدقت تمام ہنسی ضبط کی۔ قاسم اتنا کھویا ہوا تھا کہ اس نے ادھر اُدھر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ اگر کبھی کسی طرف نظر اٹھ بھی جاتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ سب سے بے تعلق ہو اور اُسے توقع ہو کہ دوسرے بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔

بمشکل تمام پائپ سلگا اور قاسم کسی ریلوے انجن کی طرح جلدی جلدی دھواں چھوڑنے لگا۔ غالباً تمباکو نم ہونے کی وجہ سے اُسے خدشہ تھا کہ وہ پھر بجھ جائے گا۔ لہٰذا وہ کش پر کش مارتا رہا۔ حتیٰ کہ پائپ سے لپک اٹھنے لگی اور پھر یک بیک بُرا سامنہ بنا کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا اور پھر جو کھانسیوں کے جھکڑ شروع ہوئے تو پائپ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جارہا.....اور سلگتا ہوا تمباکو اس سے نکل کر دور جا پڑا۔

لوگ ہنسنے لگے۔ وہ کافی دیر سے قاسم کی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔

مگر قاسم کو اب بھی اس کی پرواہ نہیں تھی۔ بدقت تمام کھانسی رکی اور حمید نے اُسے

بڑبڑاتے سنا۔ ''اب کی سالا حلق کے نیچے اتر گیا تھا۔''

غالباً وہ سالا دھواں تھا جو اتفاقاً حلق سے نیچے اُتر گیا۔ ورنہ قاسم تو صرف گالوں ہی میں اسے بھر بھر کر فضا میں منتشر کرتا رہا تھا۔

ایک ویٹر نے پائپ اٹھا کر میز پر رکھ دیا اور قاسم جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

''شائے لاؤ۔''

ویٹر تعظیماً جھکا اور آگے بڑھ گیا۔

ادھر حمید بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ اگر وہ قاسم کی میز پر ہوتا تو یہی تفریح طویل بھی ہو سکتی تھی۔ مگر اس وقت وہ ٹھنڈی آہیں بھر کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم کی ''شائے'' آئی۔ ٹی پاٹ معمول سے کافی بڑا تھا۔

تنہا آدمیوں کی میز پر عموماً چھوٹے چھوٹے ہی ٹی پاٹ لائے جاتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ویٹر اس کی خوراک سے آگاہ ہی ہو چکے ہوں گے۔

کچھ وقت گذر گیا۔ حمید ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ قاسم کی چائے نوشی میں ابھی بریک نہیں لگا تھا۔ دفعتاً ایک خوبصورت سی سفید فام لڑکی قاسم کی میز کے قریب نظر آئی اور قاسم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

حمید نے پہلی ہی نظر میں لڑکی کو پہچان لیا وہ وہی لڑکی تھی جس کی تصویر قاسم نے اُسے کچھ دن پہلے دکھائی تھی۔ حمید نے ایک طویل سانس لی۔ کیونکہ یہ لڑکی اپنی تصویر سے بھی زیادہ حسین تھی۔ اس نے بڑی بے چینی سے پہلو بدلا۔ لڑکی بیٹھ چکی تھی۔

قاسم بالکل اُلو کا پٹھا نظر آنے لگا۔ اس کے انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے انڈوں کا ایک مینار بنا کر اس کے حوالے کر دیا ہو اور کہا گیا ہو کہ خبردار ایک بھی انڈا کھسکنے نہ پائے، ورنہ کھال کھینچ لی جائے گی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور کبھی وہ تمباکو کا ڈبہ ایک طرف سے اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیتا اور کبھی وہ پائپ کو سنبھال کر رکھنے لگتا۔

لڑکی مسکرا کر بولی۔ ''نہ کہنا۔ میں نے کتنی دور سے دیکھ کر تمہیں پہچان لیا تھا اور سیدھی اسی

میز کی طرف آئی۔"

"جج..... جی..... ہاں۔" قاسم ہکلایا اور پھر کسی تھکے ہوئے بھینسے کی طرح ہانپنے لگا۔

"آپ تو اپنی تصویر سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔" لڑکی نے آگے جھک کر پیار بھرے لہجے میں کہا اور قاسم کی حالت غیر ہوگئی۔ اس وقت اس کی صحیح شکل و شباہت کا اندازہ کرنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں نے نئے نئے انداز اختیار کرنا شروع کر دیئے تھے۔

"آپ خاموش کیوں ہیں۔" لڑکی نے پوچھا۔ "کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ ارے میں لوسی پالگریو ہوں۔"

"پپ..... پہچان لیا۔" قاسم کے حلق سے آواز کو آزادی حاصل ہوئی۔

"پھر کیا بات ہے آپ کے خطوط تو بے حد دوستانہ ہوتے تھے۔"

"اوہ..... مم..... دراصل جی ہاں جی ہاں۔ بیمار ہوگیا ہوں۔"

"کیوں کیا ہوا۔"

"بخار.....!"

"اب کیا حال ہے۔"

"اب تو اچھا ہوں۔"

"اچھا..... اچھا شاید اسی لئے آپ تصویر سے کچھ دبلے نظر آرہے ہیں، مجھے بے حد افسوس ہے۔"

"کوئی بب..... بات نہیں ہے۔"

"آپ سے مل کر واقعی بے حد خوشی ہوئی ہے۔" لڑکی ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔ "میں تو آپ کو خواب میں دیکھا کرتی تھی۔ یہ میں نے اپنے خط میں بھی لکھا تھا۔"

"میں بھی دیکھتا تھا۔"

"آپ بھی دیکھتے تھے۔" لڑکی ناز کرنے کے سے انداز میں مسکرائی۔ "بھلا کیوں۔"

حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے خود اس کے حلق میں ہڈی اٹک گئی ہو۔

''بب.....بس۔'' قاسم بوکھلا کر بولا۔ ''یونہی.....بس یونہی۔''

''سچی بات نہیں بتاؤ گے۔'' لڑکی ہنس پڑی اور ساتھ ہی قاسم کی ہی ہی بھی چل نکلی۔

حمید کو اس پر اتنا غصہ آ رہا تھا کہ وزنی ساگلدان اس کے سر پر پٹخ دے مگر وہ بھی سوچ رہا تھا کہ آخر یہ چکر کیا ہے۔

ادھر اب قاسم کی ہمت کھلتی جا رہی تھی اور وہ باقاعدہ بولنے پر آمادہ نظر آنے لگا تھا۔

حمید نے بھی ایک ویٹر کو اشارہ کیا۔ جب وہ قریب آیا تو آہستہ سے بولا۔ ''یہ صاحب کھانا کس وقت کھاتے ہیں۔''

''پتہ نہیں۔ جناب ان کی میز والا جانتا ہوگا۔''

''کیا یہ اسی میز پر بیٹھتے ہیں۔''

''شاید انہوں نے اپنے لئے کوئی میز مخصوص نہیں کرائی۔''

''اچھا.....دیکھو کافی لاؤ۔ ساتھ ہی سینڈوچ بھی لانا۔''

ویٹر چلا گیا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ خواہ وہ کسی قسم کا فراڈ ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ مگر حمید اُسے برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی قاسم جیسے جنگلی کے ساتھ تضیع اوقات کرے۔

لڑکی قاسم سے کہہ رہی تھی۔ ''میں کتنی خوش ہوں بیان نہیں کر سکتی۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ آج تک میں اتنی خوش کبھی نہیں ہوئی۔''

''میں بھی بالکل.....یعنی کہ بہت زیادہ خوش ہوں۔ جی ہاں۔'' قاسم سر ہلا کر بولا اور وہ سچ مچ بہت زیادہ خوش نظر آ رہا تھا۔ حمید کے دل پر چھریاں سی چل رہی تھیں۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یک بیک قاسم کی میز پر چھلانگ لگا دے۔

اچانک اس نے محسوس کیا کہ لڑکی کچھ اداس سی نظر آنے لگی ہے۔ قاسم نے بھی شاید اُسے محسوس کر لیا تھا۔

دفعتاً لڑکی مغموم آواز میں بولی۔ ''میں آپ سے پرسوں ہی ملی ہوتی جب آپ آئے تھے۔ مگر مجھے اور میرے خاندان والوں کو ایک بہت بڑی الجھن سے دوچار ہو جانا پڑا۔''

''کیا بات ہے مجھے بتایئے۔''

''اب کیا بتاؤں۔ میرے ڈیڈی کے دشمن ان کی غیر حاضری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ڈیڈی یورپ گئے ہیں۔ چھ ماہ تک واپس نہ آسکیں گے۔ یہاں دراصل ہمارا بزنس ہے۔ ان کے ایک دشمن نے ان کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ بنایا ہے اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف ایک لاکھ کی ڈگری لایا..... اور.....!''

حمید اس سے آگے نہ سن سکا۔ کیونکہ آرکسٹرا جاز بجانے لگا تھا۔ حمید کو اس کی بے وقت کی شہنائی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسے یقین ہو چلا تھا کہ یہ لڑکی قاسم سے کوئی بہت بڑا فراڈ کرنے والی ہے۔ اسے یاد آیا کہ قاسم نے اس لڑکی سے خط و کتابت کے سلسلے میں بتایا تھا کہ وہ ایک تصویر کی وجہ سے ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تھے۔ قاسم کی وہ تصویر ایک اسکول کے میگزین میں چھپی تھی اور تصویر بھی یوں چھپی تھی کہ قاسم سے اسی اسکول کے جلسے کی صدارت کرا کے کوئی بڑی رقم وصول کی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس میگزین میں قاسم کے اس ''عطیہ'' کا تذکرہ بھی ضرور رہا ہوگا۔ موٹی مرغی..... حمید نے سوچا کسی جال میں پھنسنے والی ہے۔

جاز بجتا رہا اور وہ صرف ان کے ہونٹ ہلتے دیکھتا رہا کیونکہ گفتگو سننا مشکل تھا۔ ویسے کبھی موسیقی کی لہروں کے ساتھ ہی ان کی آوازیں بھی کانوں سے ٹکراتی تھیں۔ لیکن فضول۔

کچھ دیر بعد حمید نے قاسم کو جیب سے چیک بک نکالتے دیکھا اور اس کا ذہن ہوا میں اڑنے لگا۔ قاسم نے قلم نکال کر چیک بک پر کچھ لکھنا شروع کر دیا اور پھر جب وہ اس میں سے چیک پھاڑنا چاہ رہا تھا لڑکی نے اس انداز میں اپنا ہاتھ چیک بک پر رکھ دیا جیسے اسے چیک پھاڑنے سے روک رہی ہو۔ اس کے ہونٹ بھی ہل رہے تھے۔ پھر قاسم نے چیک پھاڑے بغیر چیک بک جیب میں رکھ لی اور اٹھ گیا۔ لڑکی بھی اٹھی اور وہ دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

اب حمید کس طرح وہیں بیٹھا رہ سکتا تھا۔

غیر متوقع حالات

نادر کافی رات گئے تک سوچتا رہا کہ آخر اب منیجر اس سے کیا چاہتا ہے۔ اس نے سلویا کے متعلق بھی اسے شبہے میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے سلویا ہی کسی معاملے میں منیجر کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اب تک اس کی نظروں سے صدہا قسم کی عورتیں گذری تھیں۔ ان میں ایسی بھی آ ٹکرائی تھیں جن کا نادر نے احترام کیا تھا۔ یعنی اس نے انہیں سمجھنے میں غلطی کی تھی۔ وہ انہیں فرشتہ سمجھتا رہا تھا لیکن وہ شیطان سے بھی زیادہ بھیانک ثابت ہوئی تھیں۔

منیجر سے گفتگو کرنے کے بعد پھر سلویا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ورنہ وہ اُسے ٹٹولنے کی کوشش کرتا۔ مگر پھر اس نے سوچا آخر ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ تو اچھائیوں کی تلاش میں نکلا تھا پھر کسی دلدل میں پیر ڈالنے کیا ضرورت تھی۔

وہ کافی رات گئے سویا لیکن زیادہ دیر تک نہیں سو سکا۔ کیونکہ صبح ہی صبح کسی نے اس کی کوٹھری کے دروازے پر دستک دی۔

باہر سلویا کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ساری رات سو نہ سکی ہو۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور آنکھوں کے نیچے حلقے سے معلوم ہو رہے تھے۔

"میں اس سے ڈر نہیں سکتی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تمہیں بھی نہ ڈرنا چاہئے۔ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ فی الحال تمہارے سوا مجھے اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا، جو اس کی حرکتوں کا جواب دے سکے۔"

"آخر بات کیا ہے مادام۔ میرا خیال ہے کہ اگر صاحب نے دیکھ لیا تو۔"

"اوہو تو کیا تمہیں اس نے مرعوب کر لیا ہے۔"

"نہیں مادام۔ لیکن انہوں نے مجھے شبہے میں ضرور مبتلا کر دیا ہے..... اوہ وہ اس وقت ہیں کہاں۔"

"رات باہر گیا ہے۔ آج شام تک واپس آئے گا۔ مگر اب پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے۔ ہاں اس نے کس شبہے میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"ان کا خیال ہے کہ آپکے دماغ میں فتور ہے یا پھر آپ انہیں بلیک میل کرنا چاہتی ہیں۔"

"وہ کتے کا پلا ہے۔" سلویا جھلا کر بولی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور پھر غصیلی آواز میں سسکیاں لیتی ہوئی کہنے لگی۔ "اس سے بڑا کمینہ اور ذلیل آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ چلو اندر چلو، میں بہت کچھ بتاؤں گی۔"

"مگر صاحب نے حکم دیا ہے کہ میں بنگلے میں قدم نہ رکھوں۔"

"میں قانوناً اس کی بیوی ہوں۔ تم یہ مسئلہ ہم دونوں پر چھوڑو۔ اب مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے کہ میرے باپ کو پھانسی ہو جائے گی۔"

نادر چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "چلیے۔"

اس نے سوچا کہ دیکھ ہی لینا چاہیے۔ کون جھوٹا ہے۔

سلویا اسے پھر کچن ہی میں لے آئی۔

نادر پھر اسی کرسی پر بیٹھ گیا جس پر اس سے پہلے بھی ایک رات بیٹھ چکا تھا۔

"ہاں..... اس نے میرے متعلق کیا کہا تھا۔"

نادر نے اختصار کے ساتھ اُسے منیجر کے خیالات سے آگاہ کر دیا۔ سلویا اس طرح دانت پیس رہی تھی جیسے اب ملاقات ہونے پر اپنے شوہر کو کچا ہی چبا جائے گی۔

"وہ جھوٹا اور بے ایمان ہے۔ اُسے خدشہ ہے کہ کہیں میں تمہاری ہمدردیاں نہ حاصل کرلوں اور تم سے تو وہ اچھی طرح واقف ہی ہے۔"

"اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مادام میں کیا کروں۔"

"تم میری طرح عورت تو نہیں ہو۔ تمہیں یہ نہ سوچنا چاہیے۔ اب مجھے خصوصیت سے کسی نہ کسی کی مدد درکار ہے کیونکہ وہ مجھ سے جو کچھ چاہتا ہے اسے میں کسی قیمت پر بھی پسند نہ

کر سکوں گی۔"

"وہ کیا چاہتا ہے۔" نادر نے پوچھا۔

"اب وہ مجھے اپنے دوستوں کے حوالے کر دینا چاہتا ہے۔"

نادر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔لیکن کچھ بولا نہیں۔سلویا کہتی رہی۔"مگر میں یہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ وہ آج کل کچھ خائف بھی رہتا ہے۔ پتہ نہیں وہ کس مصیبت میں پڑ گیا ہے یا حقیقتاً میرے لئے کوئی کنواں کھود رہا ہے۔پچھلی رات اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں نے اسکے مشوروں پر عمل نہ کیا تو وہ کسی بہت بڑے حادثے سے دوچار ہوگا ساتھ ہی میرا باپ بھی زندہ نہ رہیگا۔"

"وہ مشورے کیا ہیں مادام۔"

"اس نے کہا تھا کہ میں آج رات کو یہاں کی ایک مشہور عمارت میں ایک آدمی سے ملوں اور مجھ سے جو کچھ بھی کہا جائے اس پر بے چوں و چرا عمل کروں۔"

"تو پھر آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"میں ہرگز نہ جاؤں گی۔"

"نہیں آپ وہاں چلئے۔اس طرح حالات سے آگاہی بھی ہو سکے گی۔"

"لیکن اگر۔"

"ہاں کہئے آپ خاموش کیوں ہو گئیں۔"

"اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا تو۔"

"میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ ایسا نہ ہونے پائے۔"

"کیا تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"جی ہاں اور آپ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں گا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔اس نے میز پر دو کپ رکھ دیئے تھے اور اب ان میں چائے انڈیل رہی تھی۔

"مجھے خوف معلوم ہوتا ہے نادر۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا اور پیسٹریوں کی پلیٹ نادر کی طرف کھسکا دی۔

''اچھا تو پھر صاحب کے مشورے پر عمل نہ کرنے کی صورت میں کیا ارادہ رکھتی ہیں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ پچھلی رات ایک منٹ کیلئے بھی نہیں سوئی۔''

''بس تو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ناشتہ کر کے سو جایئے۔''

''مجھے اس وقت تک نیند نہیں آئے گی جب تک کہ میں مطمئن نہ ہو جاؤں۔''

''کس سلسلے میں اطمینان کرنا چاہتی ہیں۔''

''یہی کہ وہ کیا چاہتا ہے اور اس عمارت میں بھیجنے کا مقصد کیا ہے۔''

''دیکھئے۔ مقصد اس وقت تک نہیں معلوم ہو سکتا جب تک کہ آپ ان کے مشورے پر عمل نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے۔ فرض کرو میں اس کے مشورے پر عمل کرتی ہوں۔ اوہ تم نے پیسٹریاں نہیں لیں۔ لو یہ چائے لو۔ ہاں فرض کرو۔ میں وہاں جاتی ہوں اور میرے ساتھ تم بھی ہوتے ہو۔ اگر تمہارے متعلق اسے علم ہو گیا تو تم کیا کرو گے۔''

''سیدھی سی بات ہے مادام۔ میں ان سے کہہ سکوں گا کہ میں انہیں کی ہمدردی میں وہاں گیا تھا۔ میں ان سے کہوں گا کہ میں مادام کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہا ہوں اور ان کا تعاقب کرتا ہوا اس عمارت میں گیا تھا۔''

سلویا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس کی سب سے بڑی الجھن فوری طور پر رفع ہو گئی ہو۔

''اوہ پھر تم نے پیسٹریاں نہیں لیں۔ دیکھو نادر میں خلوص کی بھوکی ہوں اور خلوص مجھے کبھی نہیں ملا۔ میں تمہیں اپنا صرف دوست سمجھتی ہوں۔''

''اگر آپ حق پر ہیں مادام تو مجھے ہمیشہ اپنا دوست پائیں گی۔''

''اوہ..... تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا۔''

''میں اس کا اعتراف کر کے آپ کا دل دکھانا نہیں چاہتا۔ بس آپ آج وہی کیجئے جو میں کہہ رہا ہوں۔ اگر وہاں آپ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی ہوئی تو پرانا نادر ایک بار پھر

جاگ اٹھے گا لیکن اس صورت میں مطمئن رہئے گا کہ حق کی حمایت میں اسکے قدم اٹھے ہیں۔''

''اچھا نادر۔'' سلویا نے ٹھنڈی سانس لی۔''ارے پھر تم نے پیسٹری نہیں لی۔''

''میں اپنی موجودہ حیثیت سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا مادام۔''

''کیا مطلب.....!''

''مجھے وہی باسی روٹی کا ٹکڑا چاہئے جو روزانہ ملتا ہے۔''

''مجھے شرمندہ نہ کرو نادر۔''

''ہرگز نہیں مادام۔ میں طنز نہیں کررہا۔ میرے مطالبے میں خلوص ہے۔ میں آپ کی ہر امکانی خدمت کرسکتا ہوں۔ مگر موجودہ حیثیت کی حدود سے قدم نکالے بغیر مجھے کسی ایسی بات پر مجبور نہ کیجئے، جو میرے ضمیر کی ملامت کا باعث بنے۔''

''تم واقعی بہت شریف اور اونچے آدمی ہو نادر۔ میں یقین نہیں کرسکتی کہ کبھی بُرے بھی رہے ہوگے۔ آدمی اتنی جلدی خود کو نہیں بدل سکتا۔''

''میں آپ سے متفق نہیں ہوں مادام۔ وہ آدمی جو دریاؤں کے رخ بدل سکتا ہو جو پہاڑوں کے جگر چیر سکتا ہو۔ کیا وہ خود کو نہیں بدل سکتا۔''

''ہاں.....الفاظ میں تو وہ بہت کچھ کرسکتا ہے مگر.....!''

''اگر وہ سوچ سکتا ہے تو کر بھی سکتا ہے مادام۔''

سلویا کچھ نہ بولی۔ وہ ایک بڑی روٹی کو دو ٹکڑوں میں کاٹ رہی تھی۔

نادر خاموشی سے روٹی کے ٹکڑے چائے میں ڈبو ڈبو کر کھاتا رہا۔

اسی شام کو سلویا نے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کردیا کہ وہ اپنے شوہر کی ہدایت کے مطابق اس عمارت میں جانے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ منیجر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ نادر کو صرف ایک سیاہ نقاب کا انتظام کرنا پڑا چونکہ وہ ابھی تک فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے۔ اس لئے اسے ہر حال میں محتاط رہنا تھا۔

ایڈگر ہاؤز نصیر آباد کی مشہور ترین عمارتوں میں سے تھا۔ نادر سلویا کا تعاقب کرتا ہوا وہاں

جا پہنچا مگر دشواری یہ تھی کہ وہ صدر دروازے سے عمارت میں نہیں داخل ہونا چاہتا تھا۔

سلویا اندر چلی گئی اور نادر اپنے لئے کوئی مناسب راہ تلاش کرتا ہوا عمارت کی پشت پر آیا۔ راستہ ملنے میں کوئی دشواری بھی نہیں پیش آئی کیونکہ گندے پانی کا پائپ اوپری منزل تک چلا گیا تھا۔ نادر نے جوتے اتار کر جیبوں میں ٹھونسے اور پائپ کے سہارے اوپر چڑھتا چلا گیا۔

اوپری منزل ویران پڑی ہوئی تھی۔ کسی جگہ بھی روشنی نہیں دکھائی دی۔

نچلی منزل کے زینے تلاش کرنے میں بھی دشواری نہیں پیش آئی اور پھر کچھ دیر بعد وہ اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں اس کا پہنچنا ضروری تھا۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا۔ سلویا اندر ہی تھی، مگر نادر نے جو کچھ بھی دیکھا وہ اس کے لئے غیر متوقع اور تحیر کن تھا۔ ایک بوڑھا یوریشین جس کا شیو بڑھا ہوا تھا اور ظاہری حالت بہت سقیم تھی۔ سسک سسک کر رو رہا تھا اور سلویا اس طرح سامنے کھڑی ہوئی تھی جیسے اس سے کوئی زبردست غلطی سرزد ہوئی ہو۔ ویسے اس کے چہرے پر گہرے غم کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً بوڑھا اپنی سسکیوں پر قابو پا کر بولا۔ ''اب یہ لوگ مجھ سے بھی قتل کرانا چاہتے ہیں۔ جس راز سے ڈریگی واقف تھا اس سے یہ بھی واقف ہیں۔ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر میں نے ان کے کہنے پر عمل نہ کیا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔''

''کسے قتل کرانا چاہتے ہیں۔'' سلویا نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ڈریگی کو۔''

''ارے۔'' سلویا یک بیک اچھل پڑی اور پھر بولی۔ ''اسی نے تو مجھے یہاں بھیجا ہے۔''

''ڈریگی نے۔'' بوڑھا بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ادھر اچانک کسی نے نادر کی گردن پیچھے سے پکڑ لی۔ نادر بڑی تیزی سے مڑا اور ایک جھٹکے کے ساتھ گردن چھڑا کر اس کے پیٹ پر ایک لات رسید کی۔ وہ آدمی تو چیخ کر وہیں ڈھیر ہو گیا لیکن اس کے پیچھے کھڑے ہوئے دوسرے آدمی نے نادر پر چھلانگ لگا دی۔ نادر بھی غافل نہیں تھا۔ وہ بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹا اور چھلانگ لگانے والا منہ کے بل آ رہا۔ پھر نادر نے اُسے

سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی دو ہی ٹھوکروں نے اس کا مغز تک ہلا کر رکھ دیا۔

مگر دو آدمی نہ جانے کدھر سے نکل آئے۔ نادر انہیں دیکھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

وہ دونوں بھی خاصے پھرتیلے اور تیز رفتار معلوم ہوتے تھے۔ دروازے تک جا کر اچانک نادر پھر پلٹا۔ اس کی یہ حرکت دونوں تعاقب کرنے والوں کے لئے غیر متوقع تھی اس لئے وہ گڑبڑا گئے۔ نادر کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے دونوں کے چہروں پر بیک وقت بھرپور ہاتھ رسید کئے۔ دونوں ہی لڑکھڑائے لیکن نادر نے ایک کو سنبھال کر بڑی تیزی سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے دوسرے پر پٹخ دیا۔ دونوں ہی چیخ کر ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے۔

دروازے میں سلویا کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔ نادر کا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ چار آدمی فرش پر پڑے ہوئے تھے اور نادر سلویا کو گھور رہا تھا۔

دفعتاً بوڑھا بڑبڑایا۔ ''یہ کون ہے۔''

''ایک ہمدرد۔'' سلویا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ارے تو پھر کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ نکلو یہاں سے۔ ان چاروں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔

نادر نے سلویا کو اشارہ کیا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سلویا اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ لیکن بوڑھا آدمی ان دونوں سے زیادہ تیزی دکھا رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ سب سے پہلے وہی کمپاؤنڈ میں پہنچا۔ اس نے مڑ کر نادر سے کہا۔

''ان کی گاڑی گیراج میں موجود ہے۔''

''آ..... ہاں۔'' نادر نے کہا اور دوڑتا ہوا گیراج کی طرف چلا گیا۔ کار اندر موجود تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے اُسے باہر نکالا۔ سلویا اور بوڑھا پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔

کار پھاٹک سے نکلی اور ایک طرف روانہ ہو گئی۔

''مگر میں اب کہاں جاؤں۔'' بوڑھا بڑبڑا رہا تھا۔ ''یہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے۔''

''کیوں.....!'' نادر نے پوچھا۔

''یہ کون ہے۔'' بوڑھے نے سلویا سے پوچھا۔

''ایک ہمدرد۔''

''میں نام معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' بوڑھا جھنجلا گیا۔

''نام نہیں بتایا جائے گا۔'' سلویا نے بھی غصیلی آواز میں کہا۔

بوڑھا خاموش ہوگیا اور نادر نے سلویا سے پوچھا۔ ''کدھر مادام۔ یہ شہر میرے لئے بالکل نیا ہے۔ میں راستوں سے واقف نہیں ہوں۔''

''اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لینا۔ ہم گھر نہیں جائیں گے۔'' سلویا نے جواب دیا۔

''کہاں..... کہاں۔'' بوڑھا مضطربانہ انداز میں بولا۔

''کہیں بھی مگر میں تمہیں لے جاؤں گی۔ ڈیڈی تم نے کہا تھا کہ وہ تمہیں کہیں سے بھی پکڑ سکتے ہیں۔''

''مادام جلدی کوئی فیصلہ کیجئے۔ اس کار کے سلسلے میں ہم گرفتار بھی کئے جا سکتے ہیں۔''

''تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں۔''

''یہ آپ کے ڈیڈی ہیں۔''

''ہاں۔''

''آپ انہیں گرفتار کرا دیجئے۔''

''کیوں..... کیا بک رہے ہو۔'' بوڑھا بوکھلا کر بولا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مسٹر۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ مسٹر ڈریگی آپ کو بلیک میل کرنا چاہتے تھے۔ کسی دوسرے نے آپ کو پکڑا اور آپ سے چاہتا ہے کہ آپ ڈریگی کو قتل کر دیں۔ ادھر مسٹر ڈریگی بھی بلیک میل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مادام کو اس عمارت میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اس شخص سے ملیں، جو انہیں بلیک میل کر رہا ہے۔ کیا یہ الجھاؤ حیرت انگیز نہیں ہے۔ غالباً مادام یہاں اس لئے بلوائی گئی تھیں کہ آپ انہیں ڈریگی کے قتل پر آمادہ کر سکیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔'' سلویا نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

''ایک ہی آدمی آپ کے ڈیڈی اور مسٹر ڈریگی کو بلیک میل کر رہا ہے۔ یقین کیجئے کہ مسٹر....ار.....کیا نام ہے۔ آپکے ڈیڈی آپ کو مجبور کرتے کہ آپ مسٹر ڈریگی کو زہر دے دیں۔''

''کیوں ڈیڈی۔''

''ہاں۔'' بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''دیکھا آپ نے۔'' نادر نے سلویا کو مخاطب کیا۔

''یہ آخر کیا ہو رہا ہے۔''

''دیکھئے مادام.....اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کے ڈیڈی محفوظ رہیں تو انہیں پولیس کے حوالے کر دیجئے۔''

''نہیں.....نہیں.....میں مرنا نہیں چاہتا۔'' بوڑھے نے دونوں ہاتھ پھیلا کر سسکی لی۔

''ایک منٹ خاموش رہئے مسٹر۔ پوری بات سن لیجئے۔ ہاں مادام۔ پوری بات سن لیجئے۔ آپ فی الحال انہیں تھانے لے جایئے اور ان کے خلاف رپورٹ درج کرا دیجئے کہ یہ آپکا بیگ اڑا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ آپ دونوں میں کیا رشتہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ صرف جیل ہی میں محفوظ رہ سکیں گے اور آپ بھی مطمئن رہ سکیں گی۔''

سلویا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ''تمہاری تجویز معقول ہے۔''

''اچھا تو بس تھانے کی طرف چلئے۔ میں آپ دونوں کو وہاں اتار کر گاڑی کہیں اور چھوڑ دوں گا۔''

''نادر واقعی تم بہت کام کے آدمی ہو۔'' سلویا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

چیک بک

قاسم اور لوسی پالگریو ایک ٹیکسی میں تھے اور حمید بھی ٹیکسی ہی میں ان کا تعاقب کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اگلی ٹیکسی ایک عمارت کے سامنے رکی۔ مگر یہاں اندھیرا تھا۔ حمید نے اپنی ٹیکسی کی رفتار کم کرادی اور پھر اس نے ان دونوں کو ٹیکسی سے اترتے دیکھ کر اپنی ٹیکسی رکواہی دی۔ دونوں ٹیکسیوں کے درمیان تقریباً تین سو گز کا فاصلہ تھا۔

اگلی ٹیکسی کا انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ انکے اترنے کے آدھے منٹ بعد ہی ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ پھر تاروں کی چھاؤں میں وہاں صرف قاسم ہی کا ہیولا نظر آرہا تھا۔ لڑکی شاید عمارت میں چلی گئی تھی۔ حمید ٹیکسی سے اتر آیا لیکن ڈرائیور کو ہدایت کردی کہ وہ اسکی واپسی تک وہیں ٹھہرے۔

قاسم جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً حمید اس سے ٹکرایا اور ایسا کرتے وقت اس کی جیب سے چیک بک اڑالی۔

''ابے اندھے ہو گیا۔'' قاسم غرایا۔

''شکر ہے کہ تم آدمی ہی نکلے۔'' حمید نے خوش ہو کر کہا۔ ''ورنہ میں تو سمجھا تھا کہ شاید اندھیرے میں کسی گدھے سے ٹکرا گیا ہوں۔''

''بھاغ جاؤ۔'' قاسم گھونسہ اٹھا کر بولا۔ ''میں یہاں لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔''

''بہت اچھا جناب۔'' حمید نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

کچھ دور چل کر وہ ایک عمارت کی کمپاؤنڈ وال سے جالگا۔ بہر حال وہ یہاں سے قاسم کو صاف دیکھ سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد اُسے قاسم کے قریب ہی ایک دوسرا سایہ بھی نظر آیا۔ یہ یقیناً وہی لڑکی لوسی تھی پھر وہ دونوں اندر چلے گئے۔

حمید اپنی جگہ سے ہلا اور پھر اسی عمارت کیطرف چلنے لگا جس میں وہ دونوں داخل ہوئے تھے۔

چھوٹے سے پائیں باغ کے صرف ایک حصے پر روشنی کا بڑا سا دھبہ نظر آرہا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے حصے تاریک پڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر آجانے والی روشنی تھی۔

حمید نے جب اچھی طرح اطمینان کرلیا کہ اس عمارت میں کتوں کی موجودگی کے

امکانات نہیں ہوسکتے تو وہ بائیں باغ میں داخل ہوگیا۔

وہ کمرہ خالی تھا جس سے روشنی باہر آرہی تھی۔ وہ روشنی کی زد سے بچ کر نکلا اور بائیں جانب مڑ گیا۔ ادھر کمپاؤنڈ وال اور اصل عمارت کی دیوار کے رنگین شیشے بھی روشن نظر آرہے تھے۔ حمید آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ آخر کار اس نے قاسم کی ''غوں غوں'' سن ہی لی۔ وہ ہنس ہنس کر ہکلا رہا ''جی ہاں۔ بہت بہت گہری دوستی۔ مجھے یوریشین لوگ بے حد پسند ہیں۔ میں اپنے ایک بوڑھے یوریشین پڑوسی کو فادر کہتا ہوں۔ جی ہاں..... جی ہاں۔''

اس کھڑکی کے شیشے منقش اور رنگین تھے۔ اس لئے حمید کمرے کے اندر کا حال نہ دیکھ سکا۔ ویسے اس نے قاسم کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا اور سمجھا تھا۔

''اوہ انکل۔'' اس نے لڑکی کی آواز سنی۔ ''یہ بہت شریف اور عالی ہمت ہیں۔ میں تو دنگ رہ گئی ان کی عالی ہمتی دیکھ کر۔''

''کیا بات ہے۔'' یہ کسی مرد کی بھرائی ہوئی آواز تھی۔

''بس کیا بتاؤں انکل۔'' لڑکی کی آواز سے شرمندگی ظاہر ہو رہی تھی۔ ''میری حماقت سے ڈگری کا ذکر نکل آیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہمارا دشمن ایک لاکھ کی ڈگری لایا ہے۔ پاپا یورپ گئے ہیں اور چھ ماہ تک واپس نہیں آسکیں گے ان کی عادت ہے کہ وہ سفر کے دوران میں بہت کم خط و کتابت کرتے ہیں اور اس وقت یہ پتہ نہیں یورپ کے کس حصے میں ہوں گے اور ان کے دستخط کے بغیر کوئی بڑی رقم بینکوں سے نہیں نکالی جاسکتی۔''

''خاموش رہو۔'' دفعتاً مرد نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''آخر اس قسم کی بکواس کی کیا ضرورت تھی۔''

''بب..... بس غلطی ہوگئی انکل۔ مگر میں نے دوسری غلطی نہیں کی۔'' لڑکی سہمی ہوئی سی آواز میں بولی۔

''دوسری غلطی کیسی۔'' مرد غرایا۔

''یہ مجھے پچاس پچاس ہزار کے دو چیک دے رہے تھے جو تین دن کے وقفے سے کیش

کرائے جاسکتے۔لیکن میں نے نہیں لئے۔''

''ارے تو بات ہی کیا تھی دوستی میں۔'' قاسم نے کہا اور حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

''نہیں جناب۔ یہ لڑکی احمق ہے۔'' مرد کی آواز آئی۔

''میرا خیال ہے آپ چیک لے لیجئے جب ان کے پاپا آ جائیں تو آپ یہ روپے واپس کر دیجئے گا۔''

''مجھے افسوس ہے کہ ہم ایسا نہ کرسکیں گے۔'' مرد کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

''آپ مجھے مایوس کر رہے ہیں۔'' قاسم دردناک آواز میں بولا۔

''تم بہت واہیات ہو لوسی ۔تمہیں خاندان کی عزت کا خیال نہیں ہے۔'' مرد کی آواز غصیلی تھی۔

''میں کیا بتاؤں انکل۔ بڑی غلطی ہوئی۔ یقیناً مجھے ان سے اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

''آپ لوگ مجھے غیر سمجھتے ہیں۔'' قاسم گڑگڑایا۔

''انکل یہ زبردستی کر رہے ہیں کہ میں چیک لے لوں۔لیکن میں نے کہا کہ میں انکل کی اجازت حاصل کئے بغیر ایسا نہیں کرسکتی۔لہٰذا یہ اسی وقت آپ سے ملنے پر مصر ہو گئے۔ مجھ سے بہت بڑی بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں، انکل خدا کے لئے معاف کر دیجئے۔''

''دیکھئے انکل۔'' قاسم پھر گڑگڑایا۔''آخر مجھے بتایئے نا کہ اس میں کیا بُرائی ہے۔ سمجھ لیجئے گا کہ آپ کی فرم نے کسی پارٹی سے ایک لاکھ روپے قرض لئے ہیں۔''

''اب یہ تذکرہ ختم کر دیجئے جناب۔'' مرد کی آواز میں احتجاج تھا۔

''دیکھئے خدا کے لئے مان جایئے۔'' قاسم کی آواز آئی اور حمید کا دل چاہا کہ اس کی گردن مروڑ دے۔اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اس کی گردن بہت موٹی ہے۔

''اُف فوہ۔آپ بھی بڑے ضدی ہیں۔'' مرد کی آواز سے ہنس دینے کا سا انداز صاف ظاہر ہو رہا تھا۔

''ہاں..... دیکھئے بس میری یہ درخواست منظور کر ہی لیجئے۔''

''اچھا جناب۔'' مرد تھکے تھکے سے لہجے میں بولا۔ ''مگر مجھے فرم کی طرف سے پرونوٹ وغیرہ لکھنے کا اختیار نہیں ہے۔''

''ارے لعنت بھیجئے پرونوٹ پر۔'' قاسم جلدی سے بولا۔ ''آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر ار..... انکل..... یہ بھی کوئی بات ہوئی یعنی کہ جی ہاں۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر یک بیک حمید نے قاسم کی ''ارے ارے'' سنی۔ جس سے اس کی بوکھلاہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

''یعنی کہ..... کیا ہو گئی..... اُف فوہ۔''

''کیا بات ہے۔'' مرد کی آواز آئی۔

''مم..... میری چیک بک۔''

''کیوں..... چیک بک کو کیا ہوا۔'' یہ لڑکی کی آواز تھی۔

''اسی جیب میں رکھی تھی آپ کے سامنے۔''

''ہاں..... رکھی تو تھی پھر۔''

''غغ..... غائب ہو گئی۔''

''نہیں۔'' لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں۔''

''کیسے غائب ہو گئی۔'' مرد کی آواز آئی۔

''اوہ..... ٹھہریئے مجھے سوچنے دیجئے۔'' قاسم رک رک کر بولا۔ ''جی ہاں۔ اب یاد آ رہا ہے۔ وہ کوئی جیب کترا ہی تھا۔''

''کون.....!'' لوسی اور اس کا انکل بیک وقت بولے۔

''جب آپ مجھے سڑک پر چھوڑ کر اندر آئی تھیں..... تب ایک آدمی مجھ سے اندھیرے میں ٹکرایا تھا۔ میں نے اُسے بُرا بھلا کہا تھا۔ شاید اسی نے جیب سے نکال لی۔''

''آپ نے تو دو چیک لکھ بھی لئے تھے اور وہ شاید بیئرر تھے۔'' لوسی نے کہا۔

''جی ہاں۔''

''مگر آپ کی کوئی رقم یہاں کیوں ہونے لگی۔ آپ تو شاید کہیں باہر سے آئے ہیں۔'' مرد نے کہا۔

''ارے گھپلا ہو سکتا ہے مسٹر انکل۔''

''کیوں..... کیسے۔''

''میں نے سفر کرنے سے پہلے یہاں دو لاکھ منتقل کرائے تھے۔ میں ہمیشہ سفر کرنے سے پہلے یہ ضرور کر لیتا ہوں۔''

''تب تو آپ فوراً پولیس کو اطلاع دیجئے اور متعلقہ بینک کے ذمہ داروں کو اس سے آگاہ کیجئے۔ کیا واقعی آپ نے چیک کراس نہیں کیا تھا۔''

''نہیں۔ وہ ذاتی چیک تھا اور میں نے دونوں کی پشت پر بھی اپنے دستخط کر دیئے تھے۔''

''ہاں۔ میں نے دیکھا تھا انکل۔'' لڑکی بولی۔

''تو پھر آپ دیر کیوں کر رہے ہیں۔''

''بتایئے میں کیا کروں۔'' قاسم بڑبڑایا۔

''فون۔ مگر نہیں ٹھہریئے۔ فون بے کار ہی ہوگا۔ آپ سیدھے پولیس اسٹیشن چلے جایئے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی ہوٹل ہی سے آپ کے پیچھے لگ گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے وہاں آپ کو چیک لکھتے دیکھا ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میری گاڑی خراب ہوگئی ہے ورنہ میں آپ کو پولیس اسٹیشن تک پہنچا دیتا۔''

''کک..... کوئی بات نہیں۔'' قاسم نے کہا۔ ''میں ٹیکسی لے لوں گا۔''

حمید نے اب کھسک جانا ہی مناسب سمجھا۔ قاسم کو بھلا اس سنسان سڑک پر اس وقت ٹیکسی کہاں ملتی۔

وہ سڑک پر آ گیا اور تیزی سے اس طرف بڑھا جہاں اپنی ٹیکسی چھوڑی تھی۔ مگر اُسے بے

حد مایوسی ہوئی کیونکہ اب وہاں ٹیکسی نہیں تھی۔ کرایہ وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ قاسم لڑھکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔

حمید ایک طرف ہو گیا۔ اب اس کے ذہن میں کوئی واضح پلان نہیں تھا۔ بہر حال اس نے اپنی دانست میں قاسم کو ایک بہت بڑے خسارے سے بچا لیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ لڑکی اور اس کا انکل دونوں ہی فراڈ معلوم ہوتے ہیں۔''

قاسم سڑک ناپتا رہا جب وہ کچھ دور نکل گیا تو حمید بھی سڑک پر آ گیا۔ دونوں آگے پیچھے چلتے رہے۔

دفعتاً حمید نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک گلی سے نکل کر قاسم کے ساتھ ہو لیا۔ اب وہ سڑک کے روشن حصے پر آ گئے تھے۔ پتہ نہیں لوسی پالگریو کے مکان کے سامنے والے پول کا بلب فیوز تھا یا اس تاریکی کا بھی کوئی خاص مقصد تھا۔ حمید نے قدم بڑھا دیئے اور کچھ ہی دیر بعد حمید نے قاسم کی آواز سنی جو شاید اس راہگیر کو اپنی دکھ بھری کہانی سنا رہا تھا۔

اس نے دوسرے آدمی کی ''ہوں ہوں'' بھی سنی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اس آدمی کو یہ کہانی گراں گذر رہی ہو اور بس یونہی اخلاقاً کبھی کبھی بول دیتا ہو۔

حمید پہلے تو اس آدمی کو راہگیر ہی سمجھا تھا لیکن جب اس نے قاسم کو یہ بتایا کہ پولیس اسٹیشن تک پہنچنے کے لئے اسے کم از کم دس میل پیدل چلنا پڑے گا تو حمید کا ماتھا ٹھنکا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر قاسم کے گرد کس قسم کا جال پھیلایا جا رہا ہے۔

اب وہ آدمی اپنی رہبری میں قاسم کو پولیس اسٹیشن کی طرف لے جا رہا تھا۔ حمید نے تعاقب جاری رکھا۔

گلابی دیو

نادر بنگلے کے پھاٹک ہی پر سلویا کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کار شہر کے ایک ایسے حصے میں چھوڑی تھی جہاں زیادہ تر سڑکوں کے کنارے بے شمار کاریں کھڑی رہا کرتی تھیں۔ لیکن

یہاں سے بنگلے تک پہنچنے کے لئے اُسے کافی دیر تک بھٹکنا پڑا تھا۔ اس نے انتہائی کوشش کی تھی کہ کار کے کسی حصے میں اس کی انگلیوں کے نشانات نہ پائے جا سکیں۔

اس کے ذہن میں متعدد سوالات تھے اور وہ اپنے طور پر ان کے تشفی بخش جوابات فراہم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد سلویا بھی پہنچ گئی۔ وہ بہت زیادہ گھبرائی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔

''آؤ نادر.....اندر چلو۔''

وہ بہت تیزی سے اندر بڑھتی چلی گئی۔ نادر بھی کم مضطرب نہ تھا لیکن اُس نے اپنے چہرے سے دلی کیفیات ظاہر نہیں ہونے دی تھیں۔

اندر پہنچ کر سلویا ایک صوفے پر گر گئی کچھ دیر اسی طرح پڑی ہانپتی رہی پھر دو تین بار کھانس کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا چہرہ زرد اور ستا ہوا تھا۔ خشک ہونٹوں پر بار بار زبان پھیرنے کے باوجود بھی وہ انہیں نم کرنے سے قاصر رہی تھی۔

''یہ..... یہ.....تم یہ دیکھو نادر۔ میں اپنے باپ کو گرہ کٹی کے الزام میں پولیس کے حوالے کر آئی ہوں۔ اس سے بڑی ٹریجڈی اور کیا ہوگی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میں خود کو دنیا کے کیسے آدمیوں کو ساتھ رکھوں۔ اُف میرے خدا..... دیکھو میری آنکھیں بالکل خشک ہوگئی ہیں۔ گہرے سے گہرا غم بھی انہیں بھگونے سے قاصر رہے گا۔ پانی نادر۔ خدا کے لئے ایک گلاس پانی۔ کسی نوکر کو آواز دو۔''

''میں خود ہی لا رہا ہوں مادام۔'' نادر اٹھ گیا۔

اور اُسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر کمرے سے نکل آیا اور کچن سے گلاس میں پانی لے کر تیزی سے پھر کمرے کی طرف مڑ گیا۔

سلویا صوفے پر نیم دراز تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ نادر نے آہستہ سے اُسے آواز دی۔ وہ اس طرح چونک پڑی جیسے ذہنی طور پر اس کمرے میں نہ رہی ہو۔

اس نے گلاس ہاتھ میں لے کر کسی پیاسے جانور کی طرح پانی پیا اور گلاس کو فرش پر رکھ کر

بڑبڑائی۔ ''پتہ نہیں یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ ایسا کیوں کررہے ہیں۔''

نادر فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ وہ غور سے سلویا کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے کانوں میں ڈریگی یعنی منیجر کے الفاظ گونج رہے تھے کہ اس کی بیوی اُسے بلیک میل کرنا چاہتی ہے۔

''بولو نادر تم خاموش کیوں ہو۔ اگر اس وقت تم میری مدد نہ کرتے تو میں بہت بڑی پریشانیوں کا شکار ہوگئی تھی۔''

''ہاں مادام میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ حالات عجیب تر ہیں۔''

''پھر ہمیں حالات کا علم کیسے ہوگا۔ آخر یہ سب کیوں ہورہا ہے۔ کون اس کا ذمہ دار ہے۔''

''کوئی تیسرا آدمی، جو آپ کے والد اور مسٹر ڈریگی کی کمزوریوں سے واقف ہے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کیا آپ مجھے کسی تیسرے آدمی کے متعلق بتا سکیں گی۔''

''میں ایسے کسی تیسرے آدمی سے واقف نہیں ہوں، جو اتنے عجیب اور پُراسرار انداز میں دونوں کو بلیک میل کر سکے۔''

''بہرحال یہی ہورہا ہے۔'' نادر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''وہ دونوں ہی کسی بہت بڑے بلیک میلر کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ اچھا آپ یہی بتا دیجئے کہ آپ کے والد مسٹر ڈریگی سے اتنے خائف کیوں تھے کہ انہوں نے ان سے آپ کا بھی سودا کر ڈالا تھا۔''

''میرا خیال ہے کبھی اُن سے بھی کوئی بڑا جرم سرزد ہو چکا ہے۔''

''قتل.....!'' نادر سلویا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ممکن ہے قتل ہی ہو۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی۔''

''اس تیسرے آدمی سے مسٹر ڈریگی خائف ہیں۔ اس نے انہیں کسی دھمکی کے ساتھ ہی ان کی گلوخلاصی کے لئے آپ کے اس عمارت میں پہنچنے کی شرط لگادی ادھر اس نے پہلے ہی سے آپ کے والد کو بھی قابو میں کررکھا تھا اور انہیں مجبور کررکھا تھا کہ وہ مسٹر ڈریگی کو قتل کردیں۔ انہوں نے معذوری ظاہر کی ہوگی۔ اس پر اس نے آپ کا سوال اٹھا دیا ہوگا۔ انہیں

مجبور کیا ہوگا کہ وہ آپ کے ذریعے مسٹر ڈریگی کو زہر دلوادیں۔''

''یہ تو ایک طرح کی خودکشی ہوئی جس پر ڈریگی مجبور کیا جارہا ہے۔''

''یقیناً۔لیکن مسٹر ڈریگی مجھے کافی دل گردے کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔لیکن مادام اس کا مقصد حقیقتاً یہ نہیں ہوسکتا کہ ڈریگی مار ڈالے جائیں کیونکہ اگر اس آدمی کی خواہش یہی ہوتی کہ مسٹر ڈریگی مار ڈالے جائیں تو وہ یہ کام خود بھی آسانی سے کرسکتا تھا۔مسٹر ڈریگی کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوسکتا کہ کب اور کہاں سے حملہ ہوا۔کیونکہ جو آدمی اس قسم کے پلاٹ مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو سب کچھ کرسکتا ہے۔''

''پھر آخر میرے باپ کو طلب کر کے مجھے کیوں بلوایا گیا تھا۔''

''تا کہ مسٹر ڈریگی کو اس کا علم ہو سکے کہ وہ کیسے جنجال میں پھنسے ہوئے ہیں۔یعنی اگر وہ پُراسرار آدمی چاہے تو انہیں خودکشی پر بھی مجبور کرسکتا ہے۔یہ خودکشی ہی ہے مادام کہ انہوں نے خود ہی آپ کو بھیجا تھا اور آپ دراصل اس لئے بلوائی گئی تھیں کہ آپ مسٹر ڈریگی کو زہر دے دیں مگر جو کچھ بھی ہوا اس پُراسرار آدمی کی توقعات کے خلاف ہوا۔ویسے آپ کو یقین ہونا چاہئے کہ خود اسی کی طرف سے ایسے حالات پیدا کئے جاتے کہ آپ مسٹر ڈریگی کو زہر دینے کی بجائے انہیں اس سازش سے آگاہ کردیتیں۔''

سلویا کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔اس انداز میں وہ کسی معصوم بچی ہی کی طرح بہت پیاری لگ رہی تھی۔خود نادر بھی اس پچویشن سے کم متاثر نہیں ہوا تھا۔

''تو.....تو میں ڈریگی کو آگاہ کردوں۔'' اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''یقیناً مادام۔'' نادر اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی سی مسکراہٹ تھی۔اس نے پھر کہا۔''اور میں مسٹر ڈریگی کو اپنی کہانی سناؤں کہ کس طرح میں ان کی حمایت میں مادام کا تعاقب کرتا ہوا اس عمارت میں پہنچا تھا اور کس طرح مجھے اس اسکیم کا علم ہوا تھا کہ مادام انہیں زہر دے دیں گی اور یہ تو آپ ہی انہیں بتائیں گی کہ آپ اپنے باپ کو پولیس کے حوالے کرآئی ہیں۔'' نادر مسکراتا رہا۔پرانا نادر اس وقت پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔

حمید دونوں کا تعاقب کرتا رہا۔ ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔ یہ کمی فاصلے کی زیادتی کی وجہ سے رہ گئی تھی۔ ویسے وہ قاسم کی ''غوں غوں'' برابر سنتا رہا تھا۔

پھر وہ ایک پررونق سڑک پر آ گئے۔ یہاں روشنی میں حمید نے دوسرے آدمی کا چہرہ بھی دیکھا۔ وہ ایک جوان العمر اور جاذب توجہ آدمی تھا۔

دفعتاً حمید نے دونوں کو ایک ریستوران میں گھستے دیکھا اور متحیر رہ گیا کیونکہ قاسم تو بڑے تاؤ میں تھانے کی طرف جا رہا تھا۔

ریستوران کا ڈائننگ ہال کافی کشادہ تھا اور اس میں ایک جانب لکڑی کے متعدد کیبنوں کی قطار تھی جن کے دروازوں میں ریشمی پردے لہریں لے رہے تھے۔

وہ دونوں ایک کیبن میں چلے گئے۔ حمید بھی اندر گھسا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اگر برابر کا کوئی کیبن خالی نہ ہوا تو محنت برباد ہی ہوگی۔

لیکن پتہ نہیں یہ قاسم کی خوش بختی تھی یا خود اس کی کہ اس کے کیبن کے دونوں جانب والے کیبن خالی ہی ملے۔

حمید چپ چاپ اندر جا بیٹھا اور اب وہ دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ صاف سن رہا تھا۔

''پاؤں چلنے کی عادت نہیں ہے۔'' قاسم کہہ رہا تھا۔ ''تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد تھک جاتا ہوں۔ مگر دیکھئے بھائی صاحب مجھے فوراً پولیس اسٹیشن پہنچنا چاہئے۔''

''میں ابھی پہنچا دوں گا۔ ڈی ایس پی میرا دوست ہے۔ مگر میری بھی تو سنئے۔ جناب یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگئی۔ میں اب اس وقت تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ آپ وعدہ نہ کرلیں کہ میری مدد کریں گے۔''

''مم..... میں کیا بتاؤں۔''

''ارے جناب۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیسے نوجوان ہیں۔ ارے جناب یہاں

تو ہزاروں ایک سے ایک بانکے سجیلے اور اعلیٰ خاندان کے افراد دن بھر میرے گرد منڈلایا کرتے ہیں کہ میں انہیں ایکسٹرا کا ہی چانس دے دوں۔ خیر..... ٹھہریئے۔ پہلے آپ کا کام ہو جائے۔ پھر میں اپنی دشواریاں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ہاں دیکھو کافی لاؤ اور کھانے کیلئے کوئی چیز۔''

شاید وہ ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ حمید نے بھی ویٹر کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

''میں بہت پریشان ہوں بھائی صاحب۔'' قاسم کی آواز آئی۔

''کچھ مجھ سے بھی تو فرمایئے۔ شاید میں ہی آپ کے کام آسکوں۔''

''کسی گرہ کٹ نے میری چیک بک اڑا لی ہے۔ اس میں پچاس پچاس ہزار کے دو چیک لکھے ہوئے دستخط شدہ موجود تھے۔''

''ارے ایک لاکھ۔''

''جی ہاں۔'' قاسم نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''کراس نہیں کیا تھا آپ نے۔''

''جی نہیں۔''

''کس بینک کے چیک تھے۔''

''پراونشل بنک۔''

''ارے بس۔'' دوسرے آدمی نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔ ''اتنی سی بات کے لئے آپ اتنے پریشان ہیں۔ میں ابھی سنگر کو فون کئے دیتا ہوں اکاؤنٹ نمبر وغیرہ بتا دیجئے۔''

''سنگر کون۔''

''مسٹر سنگر۔ پراونشل بنک کا منیجر۔ اس سے اپنے گہرے مراسم ہیں۔ بہرحال اگر سنگر ہی کو اطلاع دے دی جائے تو چیک کیش نہیں ہو سکے گا۔''

''میں تو پولیس کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔''

''فضول ہے جناب۔ آپ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کریں گے اور آپ کو رپورٹ درج

کرانے کے لئے کم از کم دو بجے رات تک وہیں بیٹھے رہنا پڑے گا۔"

"ارے بس۔" قاسم ہنس کر بولا۔"مجھے سالے کیا بٹھائیں گے۔ دس بیس منٹ میں چٹکی بجاتے رپورٹ لکھی جائے گی۔ کیا آپ مجھے اناڑی سمجھتے ہیں۔"

"قطعی نہیں جناب۔ لیکن یہ نصیر آباد ہے۔ ڈی ایس پی سٹی آج کل ایک بہت ہی سخت قسم کا لگا ہوا ہے۔ کیا مجال کہ کوئی ایک پائی بھی رشوت کی لے سکے۔ بس جناب رپورٹ لکھوانے والوں کی ایک لائن لگوا دیتا ہے۔ رات کو جایئے تو دوسری صبح کا ناشتہ وہیں نصیب ہو۔"

ویٹر حمید کی میز پر چائے کی ٹرے رکھ کر واپس گیا۔

"اچھا تو پھر۔ صرف فون ہی سے کام چل جائے گا۔"

"بالکل چلے گا جناب۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"تب تو واقعی آپ کمال کے آدمی ہیں..... ہی ہی ہی۔"

"ہے ہے۔ آپ کے ہنسنے کا انداز۔" دوسرا آدمی شاید کافی محظوظ ہو کر بولا۔"خدا کی قسم چلے گا۔ اس سال کی بہترین ہٹ۔ بس آپ میرا دل نہ توڑیئے۔ آہ..... ارے فن کی عظمتوں کو برقرار رکھنے کے لئے تو لوگ جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور آپ صرف اپنے والد صاحب سے ڈر رہے ہیں۔ کمال کرتے ہیں آپ بھی۔"

"نہیں بھائی۔ میں فلم میں کام نہیں کروں گا۔" قاسم سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹکنی کلر میں بنا رہا ہوں مسٹر۔ ساری دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔ بالکل نیا موضوع۔ فلم کا نام گلابی دیو ہے۔ رستم اور گلابی دیو کی جنگ۔ بس آخیر میں رستم آپ کو پچھاڑ دے گا۔"

"ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا سالے کی۔" شائد قاسم کی ذہنی حالت بہک گئی تھی اور اب اُسے غصہ آ گیا تھا۔ اس نے کہا۔"مجھے خواہ مخواہ غصہ نہ دلایئے۔"

"اُف فوہ۔ بالکل فٹ۔" دوسرے آدمی کا لہجہ بے حد پرمسرت تھا۔"بس گلابی دیو کا کردار بھی ایسا ہی ہے۔ خدا کی قسم مزہ آ جائے گا جناب۔ آپ بس ہاں کہہ دیجئے۔ میں سمجھوں گا مجھے دنیا ہی میں جنت مل گئی۔"

''میں فلم میں کام نہیں کروں گا۔ چاہے تم فون کرو یا نہ کرو۔''

''آپ کام کریں یا نہ کریں۔ میں بہرحال فون یقینی طور پر کروں گا بلکہ فون پر آپ کو مسٹر سنگر سے ملوادوں گا۔ آپ خود ہی ان سے کہہ دیجئے گا۔''

''بھئی۔ یہ فلم کمپنی والا معاملہ۔'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ فلم میں کام کروں مگر میرا باپ بڑا ظالم ہے بھائی صاحب۔ وہ مجھے پکا..... ارے کچا چبا جائے گا۔''

''اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔ ارے جناب ہماری پستی کے یہی اسباب ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے والدین بڑی خوشی سے اپنی اولادوں کو آرٹ پر قربان کر دیتے ہیں۔''

''اچھا.....!'' قاسم نے حیرت ظاہر کی۔

''یقین کیجئے۔ اگر میں نے کسی یوروپین یا امریکن سے استدعا کی ہوتی تو وہ میری فلم میں مفت کام کرنے پر تیار ہو گیا ہوتا اور پھر آپ یہ سوچئے کہ خود آپ کی تفریح مفت رہی۔ مثلاً گلابی دیو کے ساتھ پانچ عدد نیم برہنہ پریاں ہوں گی۔ ان پانچوں کا انتخاب میں خود کر چکا ہوں۔ ایک سے ایک بڑھ کر حسین ہے۔''

حمید نے معنی خیز انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور سوچا کہ قاسم یقینی طور پر اس وقت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا ہوگا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے قاسم کو ہکلاتے سنا۔

''پپ..... پریاں..... پپ پریاں..... کیسی ہوتی ہیں بھائی صاحب۔'' ''اور..... اور..... یہ نیم برہنہ کیا ہوتا ہے بھائی صاحب۔''

وہ آدمی اُسے بتانے لگا کہ نیم برہنہ کسے کہتے ہیں اور پھر اس نے کہا۔ ''وہ پانچوں لڑکیاں آپ کے ساتھ ہر وقت رہیں گی۔''

''ارے باپ رے۔'' قاسم نے غالباً پیٹ سہلا کر کہا ہوگا۔ ''مم..... مطلب یہ کہ..... میں اپنے باپ سے پوچھ لوں تو..... بب بتاؤں۔''

''آپ خود اپنے متعلق سوچئے کہ آپ گلابی دیو کے رول میں کتنے جچیں گے اور آپ کے

چہرے کا کلوز اپ تو بہتیرے لوگوں کو چیخیں مارنے پر مجبور کر دے گا۔ آپکا قیام کہاں ہے جناب۔"

"گرینڈ میں۔" قاسم نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔

غالباً انہوں نے چائے شروع کر دی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نے دونوں کو کاؤنٹر پر دیکھا۔ دوسرا آدمی کسی سے فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ پھر اس نے قاسم کو بھی اس سے ریسیور لے کر گفتگو کرتے دیکھا۔

حمید کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ آخر قاسم کے گرد کتنے جال پھیلائے جا رہے ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔

دیو کا سیکریٹری

تقریباً تین بجے کسی نے کمپاؤنڈ کا پھاٹک ہلایا اور چوکیدار نے "جاگتے رہو" کی ہانک لگائی۔ نادر کو ابھی تک نیند نہیں آئی تھی۔ اُسے ڈریگی کا انتظار تھا۔ وہ بھی اپنی کوٹھری سے نکل کر پھاٹک کی طرف چل پڑا۔

آنے والا ڈریگی ہی تھا۔ یہاں اندھیرا تھا اس لئے نادر کو نہ پہچان سکا۔

"دوسرا کون ہے۔" ڈریگی نے چوکیدار سے پوچھا۔

"باغبان جناب۔" نادر نے کہا۔

"ارے.....تم کیوں؟"

"آپ کا تھوڑا وقت لینا چاہتا ہوں۔"

"ضرور.....ضرور آؤ۔"

"بنگلے میں نہیں۔" نادر نے کہا۔ "میری کوٹھری میں چلئے۔ میں نے آج رات آپ کے لئے کچھ کیا ہے۔"

''آہا.....چلو چلو۔''

نادر اُسے اپنی کوٹھری میں لایا اور آہستہ سے بولا۔''آپ کا خیال درست تھا جناب۔ مادام آپکے ایسے دشمنوں سے ملی ہوئی ہیں جو انہیں کے ہاتھوں آپ کو زہر دلوانا چاہتے ہیں۔''

ڈریگی اچھل پڑا۔ وہ اس طرح نادر کو گھور رہا تھا جیسے اس نے اُسے کوئی غیر متوقع خبر سنائی ہو۔ پھر نادر نے جو کچھ بھی سنا اور دیکھا تھا بیان کر دیا۔

''تمہیں یقین ہے کہ اس نے اس بوڑھے کو ڈیڈی کہا تھا۔''

''ہاں جناب مجھے یقین ہے۔ کیونکہ مادام نے اُسے درجنوں بار ڈیڈی کہا تھا۔ بوڑھا رو رہا تھا۔ مادام بھی رو رہی تھیں۔''

''بوڑھے کا حلیہ بتاؤ۔''

''پتلا چہرہ گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ سر کے نچلے حصے میں سفید بال تھے۔ درمیانی حصہ بالکل صاف تھا۔ ناک طوطے کی چونچ کی طرح اوپری ہونٹ پر جھکی ہوئی تھی۔ شیو بڑھا ہوا تھا.....کپڑوں کی حالت چیتھڑوں جیسی تھی۔''

''اچھا خیر.....پھر کیا ہوا۔''

''میں ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ پھر مجھے چار آدمیوں سے نپٹنا پڑا۔ انہیں بے کار کر کے میں باہر نکلا۔ میرے ساتھ ہی مادام بھی بوڑھے سمیت باہر آ گئیں۔ میں نے گیراج سے کار نکالی اور ان دونوں کو بٹھا کر لے اڑا۔ راستے میں بوڑھے نے کہا کہ ڈریگی نے اس کے ساتھ کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ لیکن پھر بھی وہ چاہتا ہے کہ ڈریگی کو کوئی گزند نہ پہنچے اور پھر اس نے خود ہی خواہش ظاہر کی کہ مادام اُسے گرہ کٹی کے الزام میں پولیس کے حوالے کر دیں۔ یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''کیوں۔ اب تمہیں میری مظلومیت کا احساس ہوا یا اب بھی نہیں۔'' ڈریگی نے کہا۔

''بہت شدت سے جناب۔''

''سلویا وہاں تمہاری موجودگی پر متحیر تو ضرور ہوئی ہوگی۔''

''بے حد جناب۔''

''پھر تم نے اُسے کس طرح مطمئن کیا تھا۔''

''نہایت آسانی سے۔'' نادر مسکرایا۔ ''میں نے انہیں بتایا کہ آپ ذہنی فتور میں مبتلا ہیں اور کہا کہ صاحب نے کہہ رکھا ہے کہ میں آپ پر گہری نظر رکھوں۔ لہٰذا آج آپ جب باہر جا رہی تھیں تو میں بھی ساتھ ہی ساتھ چل پڑا تھا۔ محض یہ دیکھنے کے لئے کہ صاحب کا بیان کہاں تک درست ہے کیونکہ بظاہر آپ صحیح الدماغ معلوم ہوتی ہیں۔''

''پھر اس نے کیا کہا تھا۔''

''کچھ بھی نہیں جناب۔ کسی سوچ میں پڑ گئی تھیں۔''

''خیر..... ہاں تو اب وہ بوڑھا کہاں ہے۔''

''حوالات میں جناب۔ مادام نے اس کے مشورے پر عمل کیا تھا'' نادر نے کہا۔ ''مگر جناب اب آپ میری ایک الجھن رفع کر دیں۔''

''کیا ہے بتاؤ۔'' ڈریگی نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک پل کے لئے ایک بے جان سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

''وہ لوگ کون ہیں جو آپ کو زہر دلوانا چاہتے تھے۔ کیا وہ لوگ مادام کو اس پر مجبور بھی کر سکتے ہیں۔ اگر مادام آپکے خلاف کسی سازش میں حصہ لے سکتی ہیں تو وہ اس پر روئی کیوں تھیں اور کیا وہ بوڑھا آدمی جسے انہوں نے پولیس کے حوالے کیا ہے سچ مچ ان کا باپ ہے۔''

''تم نے ایک ہی سانس میں بہت سارے سوال کر ڈالے ہیں۔'' ڈریگی مسکرایا۔ ''ویسے حقیقت یہ ہے کہ اس کہانی پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں تم نے بوڑھے کا جو حلیہ بتایا ہے اس کی مناسبت سے وہ اس کا باپ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن نادر میں نے اس کے ساتھ کبھی کوئی بُرائی نہیں کی۔ ویسے تم ہی بتاؤ کہ میں اس کے اوٹ پٹانگ اخراجات کا بار کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ وہ بوڑھا جواری ہے۔ شرابی ہے مطلب یہ کہ وہ مدہوش ہو جانے کی حد تک پیتا ہے۔ بہر حال نہ میں اس کی

شراب کا بار اٹھا سکتا ہوں اور نہ قمار بازی کا۔ اب اگر وہ مجھے بدنام ہی کرنے پر تل گیا ہے تو ہوا کرے۔ مجھے اسکی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے سلسلے میں میرا ضمیر مطمئن ہے۔''

''غالباً مادام بھی یہی چاہتی ہونگی کہ آپ بوڑھے کے ناجائز اخراجات پورے کریں۔''

''خدا بہتر جانتا ہے۔'' ڈریگی نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''خیر..... بہر حال میرے لائق جو بھی خدمت ہو اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔''

''شکریہ نادر مجھے تم سے یہی اُمید ہے۔ اچھا اب سو جاؤ۔ میری نیند تم نے ختم ہی کر دی۔ اب میرا ذہن اس میں الجھا ہی رہے گا کہ یہ سب کیا تھا۔''

دوسری صبح حمید بستر پر پڑا پچھلی رات کے واقعات پر غور کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ قاسم پولیس اسٹیشن نہیں گیا تھا۔ صرف اس ریستوران سے فون پر کسی سے گفتگو کی تھی۔

قاسم کی چیک بک اب بھی حمید کے پاس تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اُسے اس سلسلے میں اور کیا کرنا چاہئے۔ قاسم تو گردن تک کسی دلدل میں غرق ہو چکا تھا۔ ایک طرف وہ لڑکی لوسی پالگریو اور دوسری طرف وہ آدمی آ ٹکرایا تھا جس نے فلم کمپنی والا اسکینڈل شروع کیا تھا۔ فی الحال یہ بتانا مشکل تھا کہ وہ فلم کمپنی والا بھی لوسی پالگریو ہی سے تعلق رکھتا تھا یا وہ کوئی دوسرا ہی فراڈ تھا۔

حمید تھوڑی دیر تک الجھتا رہا پھر ایک تدبیر سمجھ میں آ ہی گئی۔ وہ اٹھا اور ضروریات سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا اور پھر وہ سوچ کر ہی باہر نکلا کہ قاسم سے یقینی طور پر مڈبھیڑ ہوگی۔ مگر اُسے یقین نہ تھا کہ قاسم ڈائننگ ہال ہی میں مل جائے گا۔

اس نے سوچا کہ ڈائننگ ہال میں ناشتہ کر کے قاسم کی فکر کرے گا۔

ایک اسکیم اس کے ذہن میں تھی جسے بروئے کار لانے پر قاسم سے قریب ہو جانے کے امکانات تھے۔

قاسم خلاف توقع اُسے ڈائننگ ہال میں نظر آ گیا وہ اپنی میز پر تنہا ناشتہ کر رہا تھا۔ حمید نے ایک ویٹر سے اپنے ناشتے کے لئے کہہ کر ہدایت کردی کہ وہ اُسے قاسم ہی کی میز پر لائے۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا قاسم کی میز کے قریب آیا۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں حضور والا۔'' اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔

''قیوں.....!'' قاسم نے پوچھا اور بھاڑ سا منہ کھول دیا۔

''مجھے صرف ایک بار اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔''

''کیسی کھدمت۔ خدمت بیٹھ جاؤ۔''

''بہت بہت شکریہ جناب۔'' حمید کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

قاسم اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

''اکثر بڑے آدمی اپنے سیکریٹریوں کو ساتھ لے کر سفر نہیں کرتے۔'' حمید نے کہا۔

''اچھا تو پھر۔''

''میں ایک پیشہ ور سفری سیکریٹری ہوں۔ گرینڈ ہی میں میرا مستقل قیام رہتا ہے اور اکثر بہت بڑے آدمی مجھے اپنے دوران قیام کی مدت کے لئے انگیج کر لیتے ہیں۔''

''اچھا.....!'' قاسم نے حیرت ظاہر کی۔

''جی ہاں۔ اگر آپ کو ضرورت ہو تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔''

''ضرورت تو ہے۔'' قاسم کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''مگر میں پیشگی روپے کبھی نہیں دیتا۔''

''میں نے بھی آج تک پیشگی تنخواہ کسی سے نہیں لی۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔ ہو جاؤ میرے سیکریٹری۔ مگر ٹھہرو۔ پہلے میں تمہاری کابلیت کا امتحان لوں گا۔''

''ضرور جناب۔''

''اچھا بتاؤ نیم برہنہ کسے کہتے ہیں۔''

حمید نے قابل تعریف پھرتی سے اپنا قہقہہ ضبط کیا اور سوچنے لگا کہ یہ اُلو کا پٹھا یقینی طور پر کوئی بہت بڑی رقم گنوا دے گا۔

''نیم برہنہ۔'' حمید نے کچھ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ ''شاید اُسے کہتے ہیں جو نیم کے درخت پر چڑھ کر اپنی قمیض اتار پھینکے۔''

''فیل.....!'' قاسم بچوں کی طرح خوش ہو کر بولا۔ ''اچھا بتاؤ یلا یلی کسے کہتے ہیں۔''

''میں نہیں بتا سکوں گا میرے لئے یہ نیا لفظ ہے۔''

''ہاں..... بالکل نیا ہے اور جس نے بھی ایجاد کیا ہے بڑا سُوّر آدمی ہے۔''

حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا کیونکہ ویٹر ابھی چائے نہیں لایا تھا۔

''خیر..... فل فلوٹی تو جانتے ہی ہو گے۔'' قاسم نے پوچھا۔

حمید بوکھلا گیا کہ کہیں قاسم نے اُسے پہچان تو نہیں لیا۔ ویسے اس وقت وہ اُسے ایک ایسا بار بردار گدھا معلوم ہو رہا تھا جو اپنی فطرت کے خلاف شوخی پر اتر آئے۔

''نہیں جناب، میں نہیں جانتا یہ بھی نیا لفظ ہے۔''

''میں تم سے بہت خوش ہوں سیکریٹری۔'' قاسم نے کہا۔ ''تم ایماندار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ بے شک نہ معلوم ہو گا۔ یہ لفظ بھی اُسی سُوّر نے نہ جانے کہاں سے کھود کر نکالا ہے۔''

''کس سُوّر نے۔''

''ہے ایک سُوّر..... سالا ہمارا حمید بھائی۔''

''ہاں جناب تو پھر کیا طے فرمایا۔''

''ہم نے تمہیں اپنا سیکریٹری مقرر کیا۔'' قاسم نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

''اتنے میں ویٹر حمید کا ناشتہ لایا۔

''اے۔ اب ان کا حساب میرے ساتھ چلے گا۔'' قاسم نے ویٹر سے کہا۔

''کاؤنٹر پر کلرک صاحب کی کتاب میں نوٹ کرادیجئے گا جناب۔''

''صاحب بھی اتنا جانتے ہیں۔ خواہ مخواہ مغز نہ کھاؤ۔'' حمید غصیلے لہجے میں بولا اور ویٹر ناشتے کی ٹرے میز پر رکھ کر چپ چاپ چلا گیا۔

''وفادار بھی معلوم ہوتے ہو۔'' قاسم خوش ہو کر بولا۔

اتنے میں قاسم کو وہی آدمی نظر آیا جس نے پچھلی رات قاسم سے کسی فلم کے متعلق گفتگو کی تھی اور اُسے پولیس اسٹیشن نہیں جانے دیا تھا۔

وہ سیدھا اسی میز کی طرف آیا۔

''آہا..... آیئے آیئے ڈاکٹر صاحب۔'' قاسم خوش ہو کر بولا۔ ''ترشیف رکھئے۔''

وہ بیٹھ گیا لیکن حمید نے محسوس کیا کہ اس نے اُسے گھور کر دیکھا تھا۔

''آپ کی تعریف.....!'' اُس نے حمید کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یہ میرے سیکریٹری ہیں۔'' قاسم نے جواب دیا۔

''اوہ..... خیر ہاں جناب مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔''

''کیوں.....!''

''بس میں یہی سوچتا رہا کہ اگر آپ تیار نہ ہوئے تو کیا ہوگا۔''

قاسم ہنسنے لگا اور اس نے کہا۔ ''آپ سے زیادہ مناسب آدمی گلابی دیو کے رول کے لئے اور کوئی نہ ملے گا۔''

''بھئی دیکھئے ڈاکٹر صاحب مجھے ایکٹنگ کرنا نہیں آتا۔''

''ارے واہ..... یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ اگر مجھے اس کی پرواہ ہو تو میں ڈائریکٹر نہیں بلکہ چڑی مار کہلاؤں گا۔ کیا آپ نے پروڈیوسر ڈائریکٹر کھٹکھٹے کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔''

''میرے والد نے ضرور سنا ہوگا کیونکہ وہ فلم کے بیحد شوقین ہیں۔'' قاسم نے جواب دیا۔

''اُف فوہ..... آپ پھر والد صاحب کا قصہ لے بیٹھے۔ آخر آپ ان سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔''

''آپ میرے سیکریٹری سے بات کر لیجئے۔'' قاسم نے کہا۔''میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں۔''

''ارے ہاں۔'' یک بیک اس آدمی نے موضوع گفتگو بدل دیا۔''آپکی چیک بک ملی یا نہیں۔''

''چولہے میں جائے۔میرے پاس کافی کیش بھی ہے۔''

''یقیناً ہوگا جناب۔ میں نے تو یونہی ازراہ ہمدردی پوچھا تھا۔''

''آپ کوئی فلم بنارہے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' اس نے ناک چڑھا کر کہا۔

''کس موضوع پر۔''

''کئی موضوع ہیں۔''

اس کے لہجے پر حمید کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا۔''آپ خواہ مخواہ شریف آدمیوں کو بور کرتے پھرتے ہیں۔کیا یہ کوئی اچھی بات ہے۔''

''آپ براہِ کرم سوچ سمجھ کر مجھ سے گفتگو کیجئے۔''

''گفتگو کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔''

''ہاں تو جناب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔'' اس نے قاسم کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''بھئی میں کیا بتاؤں۔''

''ایک بار تجربے کے لئے سہی۔'' حمید بول پڑا۔

''ہاں..... ہو تو سکتا ہے لیکن اگر کبھی میرے باپ نے بھی وہ فلم دیکھ لی تو..... میں کیا کروں گا سیکریٹری۔''

حمید کچھ نہ بولا۔اب وہ آدمی بھی کچھ اکھڑا اکھڑا سا نظر آنے لگا تھا۔شاید اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ سیکریٹری قاسم کے نجی معاملات میں کافی دخیل ہے۔

آخری آرام گاہ

پھر حمید نے کچھ ایسی باتیں شروع کردیں، جو اُسے اور زیادہ اکھاڑ دینے کے لئے کافی تھیں۔ اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ قاسم کی طرف سے مایوس ہوگیا ہے۔ بہر حال اٹھتے اٹھتے وہ قاسم کو آج شام کی شوٹنگ دیکھنے کی دعوت دے ہی گیا۔

اسکے جانے کے بعد حمید نے قاسم سے پوچھا۔ ''اس آدمی کے متعلق آپکا کیا خیال ہے۔''

''خیال.....اچھا تم بتاؤ کیا خیال ہونا چاہئے۔''

''پہلے آپ بتایئے۔''

''دیکھو یار سیکریٹری۔ مجھ سے بحث کبھی نہ کرنا۔ اب تم نے یہ بات چھیڑی ہے تو تم ہی بتاؤ کہ کیا خیال ہونا چاہئے۔''

''مجھے تو یہ آدمی گرہ کٹ معلوم ہوتا ہے۔''

''گرہ کٹ۔'' قاسم یک بیک اچھل پڑا اور اس کی آنکھیں اس طرح پھیل گئیں جیسے چنگیز یا ہلاکو کا نام آ گیا ہو۔ ''کیا کہا.....گرہ کٹ'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''تم نے یہ کیسے کہا کہ وہ گرہ کٹ معلوم ہوتا ہے۔''

''صورت ہی سے معلوم ہوتا ہے۔''

''نہیں ٹھیک بتاؤ رات کسی نے میری جیب کاٹ لی اور اس کے بعد یہ سالا وہیں سڑک پر ملا تھا۔''

''آپ کی جیب کٹ گئی۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''کتنی رقم تھی۔''

''ایک لاخ۔''

''ارے نہیں۔'' حمید ہنسنے لگا۔ ''شائد آپ مذاق کر رہے ہیں۔''

اس پر قاسم نے چیک بک کا قصہ سنایا اور حمید بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

''ہوسکتا ہے۔'' اس نے سر ہلا کر کہا۔ ''اب کسی اور چکر میں ہو ظاہر ہے کہ وہ نہ تو اب

چیک سے فائدہ اُٹھا سکے گا اور نہ چیک بک سے۔ کیونکہ آپ چیک بک کی گمشدگی کی رپورٹ کر چکے ہوں گے۔ لہٰذا اب وہ کسی دوسرے طریقے سے روپیہ اینٹھنے کی کوشش کرے گا۔"

"مار ڈالوں گا سالے کو۔" قاسم آستین چڑھاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھیے بیٹھیے جناب۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مگر آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ نے وہ دونوں چیک کس لئے لکھے تھے۔"

قاسم جو دوبارہ بیٹھ گیا تھا جھلاہٹ میں میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اپنے کفن کے لئے لکھے تھے۔ اب کیا میں تمہیں یہ سب بھی بتاؤں گا۔"

"بہت ضروری ہے ورنہ پھر سیکریٹری رکھنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ سیکریٹری رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر اُسے اپنے حالات سے آگاہ نہ رکھا جائے۔"

"جروری ہے۔"

"بالکل ضروری ہے۔"

"قاسم ہکلا ہکلا کر لوسی پالگریو اور اس کے چچا کی کہانی دہرانے لگا۔ جب وہ خاموش ہوا تو حمید نے کہا۔ "مجھے تو وہ لوگ بھی فراڈ ہی معلوم ہوتے ہیں۔"

"ابے جاؤ۔ بڑے آئے سیکریٹری کی دم بن کر۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ "سب سالے فراڈ ہی ہو گئے۔ تم بڑے اچھے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک ایک کو فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔" حمید نے کہا۔

دفعتاً ایک ویٹر نے میز کے قریب آ کر حمید سے کہا۔ "آپ کا فون ہے مسٹر ناصر۔"

"میں ابھی حاضر ہوا جناب۔" حمید نے قاسم سے کہا اور اٹھ گیا۔ کاؤنٹر پر آ کر اس نے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف سے بولنے والا کرنل فریدی تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے وقت برباد نہیں کیا۔" اس نے کہا۔

"پتہ نہیں۔" حمید کا جواب تھا۔

"تمہیں رام گڈھ کا نادر یاد ہے نا۔"

''جی ہاں.....اچھی طرح۔''

''تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کافی دولت مند ہے۔''

''جی ہاں۔ مجھے علم ہے۔''

''لیکن وہ آج کل یہاں ایک بنگلے میں مالی کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔''

''وہاں یقیناً کوئی خوبصورت عورت ہوگی۔'' حمید نے خوش ہوکر کہا۔''اس لئے میں بھی اس بنگلے میں جھاڑو تک دے سکوں گا۔''

''اوہو تو تم نادر سے اچھی طرح واقف ہو۔ ہاں وہاں ایک خوبصورت عورت بھی ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ وہ عورت کے چکر میں نہیں ہے۔''

''میں پھر عرض کروں گا کہ جہاں عورتوں کا معاملہ آپڑے وہاں آپ کوئی خیال قائم کرنے میں جلدی نہ کیا کیجئے۔''

''بکومت۔ تمہیں نادر پر نظر رکھنی ہے۔ یہ معاملہ بھی اہم ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ لوسی پالگریو کون ہے۔''

''ہاں.....میرے باس کی نئی محبوبہ۔''

''باس.....کیا مطلب۔''

''اس نے مجھے بطور سیکریٹری ملازم رکھ لیا ہے۔''

''خیر بُرا نہیں ہے۔ ہاں تو نادر جس آدمی کا ملازم ہے اس کا نام ڈرگ پالگریو ہے اور وہ عام طور پر ڈریگی کہلاتا ہے۔ لوسی پالگریو اس کی بھتیجی ہے۔''

''اوہ.....تو وہ نادر اسی کے چکر میں ہوگا۔ وہ بے حد حسین ہے۔''

''نہیں وہ اس بنگلے میں نہیں رہتی۔ خیر تو قاسم کی چیک بک کا کیا ہوا۔''

''میرے پاس ہے۔''

''گڈ.....اچھے جا رہے ہو۔ کوشش کرو کہ وہ اس فلم ڈائریکٹر کے چکر میں پڑ جائے۔''

''پڑ جائے۔'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں.....اس کے چکر میں پڑ جائے۔''

''میں تو اُسے اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''نہیں..... پھنسنے دو۔ لیکن خیال رکھو کہ وہ کوئی بڑی رقم ضائع نہ کرنے پائے۔ میں اسی خطرناک آدمی کی راہ پر ہوں۔ اچھا بس۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

نادر کو حالات نے ایک بار پھر اسی ماحول میں جھونک دیا جس سے وہ نکل کر بھاگا تھا۔ گو نوعیت دوسری تھی لیکن لوازمات وہی تھے اسے ایک بار پھر اپنے دل پر سیاہی کی تہیں چڑھانی پڑیں۔ وہ سیاہی جس سے کبھی رحم و ایثار کی کرنیں نہیں پھوٹتیں وہ سیاہی جو آدمی کو سخت کوشی اور ظلم کی طرف لے جاتی ہے لیکن نادر ان حالات میں بھی اکساہٹوں کے خلاف اپنی تمام تر قوت کے ساتھ صف آرا رہتا تھا۔

سلویا اس کے لئے ایک سوال تھی۔ وہ اس سے بے حد قریب ہوگئی تھی۔ اتنی کہ وہ اس پر متصرف بھی ہوسکتا تھا۔ لیکن وہ اس سلسلے میں پرانے نادر سے لڑتا ہی رہا۔ ویسے اس سے ایک کمینہ پن ضرور سرزد ہوا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اس نے دونوں ہی کو دھوکے میں رکھا تھا۔ دھوکے میں رکھنے کی معقول وجہ بھی تھی۔ وہ دراصل ابھی تک فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ ان میں سے کون حق پر ہے۔ سلویا سے وہ یہ کہتا کہ وہ اس کے لئے کام کررہا ہے اور ڈریگی کو یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ وہ عنقریب سلویا کے حواریوں سے ٹکرا جائے گا۔ مگر اس نے نہ جانے کیوں ابھی تک سلویا سے کوئی رقم نہیں لی تھی اس کے برخلاف ڈریگی سے کافی بڑی رقومات وصول کرکے انہیں اپنی حالت درست کرنے پر صرف کرچکا تھا۔ ایک بار پھر اس کے جسم سے وہ لباس اتر گیا تھا جو اس

نے رام گڈھ کے ایک شریف آدمی سے قرض لے کر بنوایا تھا۔ وہ اسے ہرگز نہ اتارتا لیکن اب اسے جس ماحول میں رہ کر کام کرنا تھا وہ اس سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔

اس وقت وہ سیاہ سوٹ سخت کالر اور سیاہ بو میں تھا۔ سلویا کچن میں شام کی چائے تیار کر رہی تھی۔ اس نے فرائینگ پین سے انڈے پلیٹ میں الٹتے ہوئے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا اور ایک دلآویز سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

''تم بلاشبہ شاندار ہو نادر۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیوں نہ ہوں مادام۔'' نادر بھی مسکرایا۔ ''کیونکہ آج کل میں مسٹر ڈرگ پالگریو کا پرائیویٹ سیکریٹری ہوں۔ وہ مجھے تنخواہ دے رہے ہیں اور اپنے اس کارنامے پر بے حد خوش ہیں کہ انہوں نے بالآخر مجھے بُرائی کے راستے پر لگا ہی دیا۔''

''مگر نادر میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم میرے ہمدرد ہو یا اس کے۔''

''میں سو فیصدی آپ ہی کا ہمدرد ہوں۔ لیکن اس کام کے اخراجات کا بار آپ پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس لئے مجھے مسٹر پالگریو کا ہمدرد بھی بننا پڑا ہے۔''

''بڑے چالاک ہو۔'' سلویا مسکرائی۔

''اور مادام یہ مجھے کل ہی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر پالگریو ایک بے حد حسین بھتیجی بھی رکھتے ہیں۔''

''نہیں.....!'' سلویا کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مجھے آپ کی حیرت پر حیرت ہو رہی ہے مادام۔ ارے آپ اپنی بھتیجی لوسی پالگریو سے واقف نہیں ہیں۔''

''خدا کی قسم میں نہیں جانتی۔ اس نے آج تک اپنے کسی عزیز کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ کیا وہ اسی شہر میں رہتی ہے۔''

''ہاں وہ اسی شہر میں رہتی ہے۔ مادام۔''

''کہاں۔''

''معاف کیجئے۔ یہ ابھی نہ بتا سکوں گا۔ مسٹر پالگریو کا بزنس بہت بڑا ہے۔ میرے

اندازے سے بھی بہت بڑا ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔ مجھے بھی بتاؤ۔ اچھے نادر۔"

"مجھے افسوس ہے مادام۔"

"تم مجھے مادام نہ کہا کرو۔ تم میرے صرف دوست ہو۔"

"نہیں مادام۔ مجھے صرف دوست بننے سے بھی معذور سمجھئے۔ میں ایک با اصول آدمی بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہاں اس وقت آپ کا دوست بن سکتا ہوں جب مسٹر پالگریو کی ملازمت میں نہ ہوں۔"

"تم بہت عجیب ہو۔" سلویا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اس طرح عجیب ہونے میں بڑی لذت ہے مادام۔"

"خیر..... ہٹاؤ۔ تم نے ان لوگوں کے متعلق کیا معلوم کیا جو ڈریگی کی جان لینا چاہتے ہیں۔"

"میں ابھی تک ان کے سرغنہ کا پتہ نہیں لگا سکا۔ ویسے وہ چاروں میری نظر میں ہیں جن سے اس عمارت میں مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ اب میرا خیال ہے مادام کہ آپ نے اپنے والد کو خواہ مخواہ پولیس کے حوالے کیا۔ وہ لوگ صرف اتنا ہی چاہتے تھے کہ مسٹر پالگریو ان کی اس سازش سے آگاہ ہو سکیں۔ میری دخل اندازی فضول تھی۔ نہ آپ کے والد کو کوئی گزند پہنچا اور نہ آپ کو.... وہ تو مسٹر پالگریو کے لئے ایک دھمکی تھی۔"

"آخر ڈریگی کیا کر رہا ہے اور وہ لوگ اس سے کیا چاہتے ہیں۔"

"اب صرف یہی دیکھنا ہے مادام۔"

"تمہارے انداز گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ڈریگی کے متعلق مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہو۔"

"یہ تو ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ آپ ان کی بھتیجی لوسی پالگریو ہی سے واقف نہیں ہیں۔"

"مجھے بتاؤ نادر۔ خدا کے لئے الجھن میں مبتلا نہ کرو۔" وہ نادر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ وہ اس سے اتنی قریب تھی کہ نادر اس کی سانسیں اپنی گردن پر محسوس کر رہا تھا۔ اس نے

ایک جھرجھری سی لی اور آہستہ سے اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹا دیا اور پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

''اچھا اب اجازت دیجئے مادام۔''

''ارے..... چائے تو۔''

''نہیں مادام..... میں بہت جلدی میں ہوں۔ کہیں اور پی لوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔''

وہ باہر نکل آیا۔ اس کی کنپٹیاں چیخ رہی تھیں اور آنکھوں کی ویسی ہی کیفیت تھی جیسے کسی تیز قسم کی شراب کے پہلے ہی گھونٹ نے ان پر ٹھوکر ماری ہو اور اس کے جسم میں ہزاروں انگڑائیاں مچل رہی تھیں۔

قاسم کو ہینڈل کرنا بہت مشکل کام تھا۔ لیکن پھر بھی کسی نہ کسی طرح حمید اُسے قابو ہی میں رکھتا تھا۔ خود حمید کے لئے بھی بہت دشوار تھا کہ ہر وقت اپنے میک اپ کا دھیان رکھتا کہ خراب نہ ہونے پائے۔ یعنی اس کی اصل آواز نہ ظاہر ہونے پائے۔ کبھی کبھی تو اسے اپنی آواز پر بالکل ہی قابو نہ رہ جاتا مگر قاسم کو اتنی تمیز کہاں تھی کہ اُسے شبہ ہو سکتا۔

ویسے قاسم اپنے سیکریٹری سے بے حد خوش تھا کیونکہ وہ ہر وقت مرغ مسلم، بکرے کی ران اور تگڑی تگڑی عورتوں کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُسے گر کی باتیں بھی سمجھایا کرتا تھا یہ اور بات ہے کہ لڑکیوں پر ڈورے ڈالنے کی وہ ساری تدبیریں ناقابل عمل رہی ہوں بلکہ انہیں ناممکن العمل ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس کی چیک بک اب بھی حمید ہی کے پاس تھی اور اب کیش بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا تھا۔ مگر قاسم بالکل بے پرواہ تھا۔ کیونکہ سیکریٹری نے اخیر دم تک اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ قاسم نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ وہ کیوں نہ دو ایک دن کے لئے دارالحکومت جائے

اور روپے کا انتظام کر کے واپس آ جائے۔

ویسے اب اس نے باقاعدہ طور پر چیک بک کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی تھی اور بینک سے استدعا کی تھی کہ اُسے دوبارہ چیک بک ایشو کی جائے لیکن حمید کی حکمت عملی کی وجہ سے ابھی تک دوبارہ چیک بک ایشو نہیں ہو سکی تھی۔

لوسی پالگریو قاسم سے برابر مل رہی تھی۔ گو اس نے اب اس سے روپیوں پیسوں کی بات کرنا ترک کردی تھی۔ مگر اپنی پریشانیوں کی داستان ضرور چھیڑ دیتی تھی اور قاسم حمید پر گرجنے برسنے لگتا تھا کہ اس نے بینک سے اب تک نئی چیک بک حاصل نہیں کی۔ حمید لوسی کے سامنے ہی مسمسی صورت بنا کر گڑگڑانے لگتا۔

لیکن لوسی جو بہت زیادہ چالاک معلوم ہوتی تھی ان معاملات کو کسی حد تک سمجھ بھی چکی تھی، اُسے شاید شبہ ہو گیا تھا کہ حمید ہی کی وجہ سے دال نہیں گل رہی ہے۔ لہٰذا اب اس نے آہستہ آہستہ حمید کی طرف بھی ہاتھ بڑھانا شروع کردیا تھا۔

اور آج تو حمید اس کے رویّے پر متحیر ہی رہ گیا تھا۔

وہ شام کو اپنے کمرے میں تھا اور شام کی چائے کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ ویٹر چائے کی ٹرے کے ساتھ ایک خط بھی لایا جو لوسی پالگریو نے لکھا تھا۔ اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ صرف اس سے آٹھ بجے بلیومون کلب میں ملنا چاہتی ہے۔ حمید نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر خط جیب میں ڈال لیا۔

بلیومون یہاں کا سب سے بارونق کلب تھا اور یہاں گذر بھی اونچے ہی طبقے کے لوگوں کا ہوتا تھا۔

حمید قاسم سے کوئی بہانہ کر کے وہاں جا پہنچا۔ لوسی اس کی منتظر تھی۔ حمید نے اس وقت اُسے معمول سے زیادہ حسین محسوس کیا کیونکہ اس نے خود کو نکھارنے میں شاید معمول سے زیادہ اہتمام کیا تھا۔

”میں بہت بے چینی سے تمہاری منتظر تھی۔“ اس نے مسکرا کر کہا اور حمید نے بھی کسی

عیاش آدمی کے سے انداز میں چند رسمی جملے کہے۔

''میں ڈر رہی تھی کہ کہیں قاسم کو بھی نہ لیتے آؤ۔ وہ بہت بور کرتا ہے۔'' لوسی نے کہا۔

''میں بھلا انہیں کیسے لاسکتا تھا۔ میں تو بہرحال ان کا ملازم ہوں۔''

''بہت چالاک ہو۔'' لوسی معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

''میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔''

''وہ میرا پن فرینڈ ہے۔ میں نے اُس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مگر اب مجھے اپنی غلطی پر بے حد افسوس ہے۔ پن فرینڈ کو کبھی ایک دوسرے سے نہ ملنا چاہئے۔ بڑی مایوسی ہوتی ہے اور سارا خلوص رخصت ہوجاتا ہے۔''

''آہا.....تو آپ کو میرے باس سے مل کر مایوسی ہوئی ہے۔''

''یقیناً ہوئی ہے۔ وہ پرلے سرے کا بیوقوف اور گاؤدی ہے۔''

''دیکھئے محترمہ۔'' حمید کسی چڑچڑی عورت کی طرح نتھنے پھلا کر بولا۔ ''آپ میرے سامنے میرے باس کی توہین نہیں کرسکتیں۔''

''ہاہاہا.....!'' وہ حمید کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر ہنسی ''اور تم.....دوسروں کو بیوقوف بناتے وقت بے حد پیارے لگتے ہو۔''

''کیا مطلب.....!''

''تم اس گاؤدی پر اچھی طرح ہاتھ صاف کررہے ہو۔ اب تک کتنی رقم بنائی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے وہ ارب پتی ہے۔''

''مجھے سات سو روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ لیکن آپ کے خیالات بہت خراب معلوم ہوتے ہیں۔''

''آہا.....لوسی تم یہاں ہو۔'' کسی نے پشت سے کہا اور حمید چونک کر مڑا۔ ایک موٹا سا بے ہنگم یوریشین میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''اوہ.....انکل.....آیئے.....آیئے۔'' لوسی اٹھتی ہوئی بولی۔

''او بھئی۔تم نے شام کو مجھ سے روپے مانگے تھے۔ میں بھول گیا تھا۔ میں نے سوچا تم یہیں ہوگی۔ دیتا چلوں۔''

''ہاں میں بھول گئی۔'' اس نے ہنس کر کہا۔ پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔''انکل ان سے ملئے۔ یہ میرے دوست مسٹر ناصر ہیں اور یہ میرے انکل مسٹر ڈرگ پالگریو۔''

''بڑی خوشی ہوئی جناب۔'' اس نے لاپروائی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور جیب سے سو سو روپے کے پانچ نوٹ نکال کر لوسی کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔''میں رات کو باہر رہوں گا۔ روئی کی پانچ ہزار گانٹھیں جاپان کے لئے بک کرانی ہیں۔''

حمید اُسے جاتے دیکھتا رہا۔اس کی چال عجیب تھی نہ جانے کیوں حمید کو اس کے چلنے کے انداز پر بڑا غصہ آیا۔

''ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ یا تو تم بہت ایماندار آدمی ہو۔ یا اپنا گھر بھر رہے ہو۔اگر دوسری بات صحیح ہے تو مجھے اس احمق سے ہمدردی ہے۔''

''ہونی بھی چاہئے کیونکہ وہ مالدار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے بیان کے مطابق احمق بھی ہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ ان سے زیادہ چالاک آدمی میری نظروں سے گذرا ہی نہیں۔''

''اوہو.....!'' لوسی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔''تو کیا وہ خود کو بیوقوف ظاہر کرتا ہے۔''

''پہلی بار یہ سوال میرے سامنے آیا ہے اس لئے عرض کروں گا کہ آپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔ ویسے آج تک کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ خود کو بیوقوف ظاہر کرتے ہیں۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''آپ نے یہ تذکرہ کیوں چھیڑا تھا اور مجھے بلانے کا مقصد کیا تھا۔''

''تمہاری باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں لیکن وہ تمہیں بولنے نہیں دیتا۔ میں دیر تک تمہاری باتیں سننا چاہتی ہوں۔ اس لئے میں نے آج تمہیں یہاں بلایا ہے۔''

''میں بے حد مشکور ہوں۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔''لیکن اگر باس کو اطلاع ہوگئی تو میری ہڈیاں چور کردیں گے۔''

''کیوں اُسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''یہی تو آپ نہیں جانتیں۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''وہ آپ کے پرستار ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور ان کا خیال ہے کہ آپ بھی ان کی یاد میں اسی طرح تڑپتی ہوں گی۔''

''اس نے مجھے غلط سمجھا ہے۔'' یک بیک وہ غصیلی آواز میں بولی۔ ''کتنا لغو خیال ہے۔ دوستی کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ عشق ہی کی شکل اختیار کر لے۔ کیا بیہودہ خیال ہے۔ تم نے میرا موڈ خراب کر دیا۔''

''خیر آپ کو عشق نہ ہوگا مگر انہیں تو ہو گیا ہے۔ وہ ہر وقت آپ کی باتیں کرتے ہیں۔ ہر وقت آپ کے خیال میں کھوئے رہتے ہیں۔ اگر کھانا کھاتے وقت آپ کا خیال آ گیا تو کھاتے ہی چلے جائیں گے۔ اس معاملے میں وہ گرینڈ کے منیجر کیلئے ایک مسئلہ بن گئے ہیں۔''

''میں اب اُس سے نہیں ملوں گی وہ بڑے گندے خیالات رکھتا ہے۔''

''عشق کی توہین کر رہی ہیں آپ۔''

''اچھی بات ہے۔ اگر تم صرف اس کے عشق ہی کا تذکرہ کرنا چاہتے ہو تو چپ چاپ اٹھ جاؤ۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی تمہارا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔''

''اوہ۔'' حمید آنکھیں بند کر کے مسکرایا۔ ''آپ غصے میں کتنی اچھی لگتی ہیں۔''

''اب تم نے بھی بکواس شروع کر دی۔''

''اوہو۔ میں نے تو یوں ہی رسماً کہہ دیا تھا ورنہ آپ کی شکل پر تو ایسی پھٹکار برستی ہے کہ خدا کی پناہ۔''

لوسی ششدر رہ گئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔

''جب آپ جھلاہٹ میں کچھ کہتی ہیں تو بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے انڈوں پر بیٹھی ہوئی مرغی کو چھیڑ دیا ہو۔ جب آپ ہنستی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی چمگادڑ ''چک چک'' کرتی ہوئی سر پر سے گذر گئی ہو اور جب.....!''

''خاموش رہو۔'' وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''اگر میں نے خود ہی تمہیں نہ بلایا ہوتا تو بہت بُری طرح پیش آتی۔ تم میری توہین کر رہے ہو۔''

''نہیں.....میں جھک مار رہا ہوں جب میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تو وہ بکواس ہو جاتی ہے اور جب برائیاں بیان کرتا ہوں تو وہ آپ کی توہین ہو جاتی ہے پھر میں کیا کروں۔''

''کچھ بھی نہیں۔ جتنا وہ بیوقوف ہے اس سے کہیں زیادہ تم چالاک ہو۔''

''اب بس کیجئے محترمہ۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ مجھے غصہ آ جائے۔''

''کیا ہوگا۔ تمہارے غصے سے میرا کیا بگڑے گا۔''

''آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائیں گی۔''

''کیا مطلب.....؟''

''میں یہیں اسی میز پر سر کے بل کھڑا ہو کر آپ کی محبت کے گیت گاؤں گا اور اس وقت تک گاتا رہوں گا جب تک کہ یہاں کا ایک ایک آدمی ہماری طرف متوجہ نہ ہو جائے گا۔''

''اچھا تم اس کی حماقت کا ثبوت ہی چاہتے ہو نا۔'' لوسی نے کہا۔ ''تو میرے گھر چلو، میں اپنے اس بیان کے سلسلے میں کچھ پیش کروں گی۔''

''چلئے میں تیار ہوں۔''

وہ دونوں اٹھ گئے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ یا تو اب کوئی حادثہ ہونے والا ہے یا وہ لڑکی اس کے گرد اپنا جال مضبوط کرنے کے لئے اب کوئی نئی چال چلے گی۔

جیسے ہی نادر کو ہوش آیا وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔ حالانکہ ابھی اس کی نظر تک ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ لیکن کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا

جیسے اس نے پانی میں غوطہ لگا کر آنکھیں کھول دی ہوں۔ بس اسے زرد رنگ کا احساس تھا۔ بے داغ اور سپاٹ زرد رنگ حد نظر تک پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اندھوں کی طرح اپنے چاروں طرف زمین ٹٹولی اور سر جھکا کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ لیکن نہ تو اُسے زمین نظر آئی اور نہ اپنے ہاتھ ہی دکھائی دیئے۔ نیچے بھی چمکدار زرد رنگ نظر آ رہا تھا۔

وہ بے تحاشہ لیٹ گیا۔ سر زمین سے ٹکرایا۔ چوٹ کا احساس بھی ہوا جہاں چوٹ آئی تھی وہاں ہاتھ سے ٹٹولا بھی لیکن زرد رنگ بدستور حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ بے داغ سپاٹ زرد رنگ۔

اب بھی اُسے اپنے ہاتھ نہ دکھائی دیئے۔ حالانکہ اس نے انہیں اپنے چہرے پر بھی پھیرا تھا اور آنکھوں کے قریب لا کر بھی دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے سوچا کیا وہ اندھا ہو گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے وہ ان چاروں آدمیوں میں سے ایک کا تعاقب کر رہا تھا جن سے سلویا کے معاملے میں ایک عمارت میں مڈبھیڑ ہوئی تھی۔

وہ آدمی ایک عمارت میں داخل ہوا تھا اور نادر نے پھر اُسی رات کی طرح اس عمارت میں بھی داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ وہ عمارت کی پشت پر پھیلی ہوئی بیل کے سہارے دیوار پر پہنچنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی چمک گئی تھی اور ایسا محسوس ہوا تھا جیسے دھوئیں کے بادلوں کا ایک بہت بڑا جھنڈ اس کے پھیپھڑوں میں داخل ہو گیا ہو۔ اس کا دم گھٹنے لگا تھا اور بیل کی جٹائیں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھیں۔ پھر اس کے بعد کے واقعات کا ہوش اُسے نہیں تھا۔

اور اب اس کی آنکھوں کے سامنے زرد رنگ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دل ہی دل میں اپنی حماقت پر افسوس کر رہا تھا۔ اس وقت اُسے رام گڈھ سے بھاگنا ہی حماقت معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نیکی اور سچائی کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ البتہ آدمی نے ہمیشہ ان کے خواب ضرور دیکھے ہیں۔ وہ بھی اس وقت جب بدی سے نپٹنے کی اس میں سکت ہی نہیں رہ گئی جب وہ بالکل ہی بے بس ہو گیا تو اس نے نیکی اور سچائی کے خواب دیکھے۔

نادر کا ذہن بھٹکتا رہا اور وہ آنکھیں بند کئے زمین پر پڑا رہا۔ اب اسے اس واعظ پر بھی غصہ آرہا تھا۔ جس کی نصیحتوں نے اُسے اس حال کو پہنچا دیا تھا۔ شاید اگر اُسے پاگل کتا کاٹ لیتا تب بھی اس سے ایسی دیوانگی سرزد نہ ہوتی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ دیوانگی ہی تو تھی کہ وہ صدہا آسائشوں پر لات مار کر ایک لفنگے کے یہاں باغبانی کر رہا تھا۔

مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ اب تو شاید وہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا جو ڈریگی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں مگر فوراً ہی اُسے احساس ہوا کہ اب آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی زردی میں کہیں کہیں سیاہ دھبے بھی نظر آنے لگے ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ دھبے بڑے بڑے ہوتے جارہے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑتا رہا۔ کچھ دیر بعد آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی زردی حیرت انگیز طور پر سمٹ کر ایک چھوٹے سے نقطے میں تبدیل ہوگئی اور یہ نقطہ ایک روشن بلب تھا جو چھت سے لٹک رہا تھا اور اس کی روشنی چاروں طرف کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے سیاہ دھبے دراصل بڑی بڑی سیاہ رنگ کی الماریاں تھیں، جو کمرے میں چاروں طرف نظر آرہی تھیں۔ نادر نے پہلی ہی نظر میں انہیں گن لیا۔ یہ بارہ تھیں۔ کمرہ کافی طویل وعریض تھا لیکن اس میں اسے ایک بھی دروازہ نظر نہ آیا۔ وہ بڑی پھرتی سے اٹھا اور باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ اس کی مضطرب آنکھیں برابر گردش کررہی تھیں پھر وہ ان الماریوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ایک کے ہینڈل پر تھوڑی سی قوت صرف کی اور اس کا دروازہ کھل گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نادر کو اچھل کر پیچھے ہٹ آنا پڑا۔

الماری کے اندر انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ بڑے بڑے دانت نکالے آنکھوں کے سوراخوں سے اُسے گویا ڈرانے کی کوشش کررہا تھا۔ نادر چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر آگے بڑھا۔ ڈھانچے کے قریب ہی اُسے ایک تصویر نظر آئی یہ کسی دلکش خدوخال والی لڑکی کی تصویر تھی۔ تصویر کے نیچے تحریر تھا۔

گریشی براؤن

عمر اٹھارہ سال۔ شبنم سی خنک..... پھولوں سے حسین۔ اس کا

صرف اتنا ہی قصور تھا کہ یہ ایک پولیس آفیسر کی نظروں میں آ گئی تھی۔
اس لئے اس کی ہڈیوں کو گوشت و پوست سے بے نیاز ہونا پڑا۔ عظیم
ٹویوڈا ایک ایسا فنکار ہے کہ چشم زدن میں ہڈیوں سے گوشت الگ
کر دیتا ہے۔"

نادر کانپ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ اُسی خوبصورت لڑکی کی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے اور یہ ٹویوڈا.....ٹویوڈا.....تو وہ ٹویوڈا کے جال میں آ پھنسا ہے۔ وہی ٹویوڈا جس کا غلغلہ ایک بار دارالحکومت سے اٹھا تھا اور جس پر نادر نے سوچا تھا کہ شاید دارالحکومت کی پولیس کو فرنجک ہوگئی ہے۔ بھلا ٹویوڈا یورپ کی شکارگاہ چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگا۔

اس نے یکے بعد دیگرے ساری الماریاں کھول کر دیکھیں اور دل ہی دل میں ٹویوڈا کو گالیاں دیتا رہا۔ ان سبھوں میں انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے تھے اور ہر ڈھانچے کے ساتھ ایک تصویر تھی۔ تصویروں کے نیچے تحریریں بھی موجود تھیں جن سے ان لوگوں کی شخصیت پر روشنی پڑتی تھی۔ جنہیں کسی نہ کسی علت میں سزا کے طور پر ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ان میں خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی۔ یہ سب ٹویوڈا کے مجرم تھے اور ٹویوڈا ہی ان کی موت کا باعث بنا تھا۔

نادر نے الماریاں بند کر دیں اور کمرے کے وسط میں آ کھڑا ہوا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ وہ انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ ٹانگوں کے لرزنے پر قابو پا سکے لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دفعتاً اس نے ایک الماری کو اپنی جگہ سے کھسکتے دیکھا۔ وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی اور جتنی جگہ اس نے پہلے گھیر رکھی تھی اتنی ہی جگہ میں دیوار پر ایک روشن مگر دھندلا سا شیشہ نظر آیا جس پر بڑے بڑے سیاہ حروف میں تحریر تھا۔

اور یہی انجام تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔ ورنہ
عظیم ٹویوڈا کی ہر خواہش کے سامنے سر جھکا دو۔
اس کے بنائے ہوئے قوانین کی حدود سے نکلنے

والوں کی آخری آرام گاہیں یہ الماریاں ہیں۔
کیا تم اس کمرے میں تیرھویں الماری کا اضافہ
پسند کرو گے۔ نہیں تم اتنے احمق نہیں معلوم
ہوتے۔"

نادر اس تحریر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ پھر اچانک الماری دوبارہ کھسک کر اپنی جگہ پر آ گئی۔ نادر اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

باس کی محبوبہ

حمید بہت احتیاط سے اس عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ لوسی اُسے اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ وہ حمید سے راستے بھر پیاری پیاری باتیں کرتی آئی تھی مگر حمید اپنی کھوپڑی کی حدود سے باہر نہیں ہوا تھا۔ اچھی طرح ہوشیار تھا۔ یعنی ضرورت پڑنے پر ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

اصل عمارت میں بھی قدم رکھتے وقت اس نے ادھر اُدھر دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ اسٹڈی میں بھی پہنچ گیا اور کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔

لوسی نے اس کے قریب ہی کھڑے ہو کر انگڑائی لی۔

"تم سچ مچ بڑے عجیب ہو۔" وہ خوابناک انداز میں مسکرائی۔

"جب آپ چھترویں بار مجھے عجیب کہنے کا ارادہ کریں گی تو میں اس دنیا میں نہ ہوں گا۔ اُسے نوٹ کر لیجئے۔"

لوسی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "تمہارا انداز گفتگو ہی تو بے حد پیارا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اب تم اس احمق کا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اپنے آفس میں تمہارے لئے کوئی معقول سی جگہ نکلوانے

کی کوشش کروں گی۔''

''کیوں''

''تا کہ میں تم سے روزانہ مل سکوں۔''

''آخر آپ روزانہ کیوں ملنا چاہتی ہیں۔''

''تم مجھے بہت.....یعنی کہ.....تم بہت اچھے دوست ثابت ہو سکتے ہو۔'' لوسی نے آہستہ سے کہا اور پیچھے دیکھنے لگی۔ یہ انداز شرما جانے کا سا تھا۔

''ہاں دیکھئے۔آپ مجھے یہاں اس لئے لائی تھیں کہ میرے باس کے احمق ہونے کا ثبوت پیش کریں گی۔''

''ارے ثبوت کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں وہ احمق نہیں معلوم ہوتا۔''

''محترمہ۔'' حمید غصیلے لہجے میں بولا۔ ''میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ مجھے احمق نہیں معلوم ہوتے۔''

''میں نے فضول اتنی کوشش کی۔'' لوسی نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ''تم اس کا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔''

''ہر شخص اپنے فائدے کی سوچتا ہے۔''

''آہا۔'' لوسی بیساختہ ہنس پڑی۔ ''تو آ گئی نا فائدے کی بات۔''

''کیوں نہ آئے۔ میرا باس مجھے بہت زیادہ تنخواہ دیتا ہے۔''

''جھوٹے ہو۔ تنخواہ کے علاوہ بھی تم اُس سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھتے ہو۔''

''چلئے اب میں اس کی تردید بھی نہیں کروں گا۔ پھر۔''

''کچھ نہیں۔ مزہ کرو۔ میرا کیا بگڑتا ہے۔ میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں کہ اب مجھے اس گدھے سے ملنا نہ پڑے۔ ایک بار ملنے کے بعد شائد پھر نہ ملتی۔ مگر تم.....!''

''میں نے کیا کیا ہے۔'' حمید نے پھر چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

''تم نے بہت کچھ کیا ہے۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ''تم پہلے مرد ہو جس نے مجھے

اتنا متاثر کیا ہے۔ میں صرف تمہاری خاطر اُسے ناپسند کرنے کے باوجود بھی اُس سے ملتی رہی ہوں۔ کسی عورت سے پوچھو کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔"

"فی الحال مجھے ہی عورت تصور کرلو۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"اُسے بھی جہنم میں جھونکو۔ میں تو تمہیں اپنی دلی کیفیت بتا رہی ہوں۔ تمہیں یقین آئے یا نہ آئے مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔"

"ہاں.....اب آپ نے کہی ہے پتے کی بات۔ بس اسی طرح میرا باس بھی آپ سے بے حد محبت کرتا ہے۔ آپ کو اس کی پرواہ ہو یا نہ ہو۔"

"اس گدھے کی بات نہ کرو۔ اس کے تصور ہی سے مجھے گھن آتی ہے۔ تم بتاؤ کہ تمہارے دل میں میرے لئے کتنی جگہ ہے۔"

حمید نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں۔ پھر بے حد مغموم نظر آنے لگا۔

"جواب دو" اوسی نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"میں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا جب تک کہ میرا باس آپ سے محبت کرنا نہ چھوڑ دے۔" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

"ارے.....کیا تم بھی اسی کی طرح احمق ہو گئے ہو۔"

"نہیں محترمہ۔ میں بہت با اصول آدمی ہوں اور لائیے ایک خنجر لائیے تاکہ میں اپنا دل چیر کر آپ کو دکھا سکوں کہ آپ کے لئے اس میں کتنی جگہ ہے مگر ایک با اصول اور شریف آدمی اسی طرح سلگ سلگ کر مر جاتا ہے کبھی اپنی زبان پر وہ نہیں لاتا جو اُسے ضرور کہنا چاہئے۔"

"ڈیئر۔" وہ اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جھکتی ہوئی بولی۔ "تم کتنے شاندار گدھے ہو۔" اور پھر وہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

حمید کی آنکھوں سے دو آنسو گالوں پر ڈھلک آئے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ میرا باس پکا فراڈ ہے اُسے آپ سے قطعی محبت نہیں ہے مگر چونکہ وہ زبان سے یہی کہتا ہے اس لئے میں اس کا پابند ہوں۔"

''بیٹھ جاؤ۔ ارے تم رونے لگے۔ چھی چھی بُری بات ہے۔ اچھا میں اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ بیٹھو۔'' اس نے اُسے صوفے میں دھکیل دیا اور خود بھی اس پر لدسی پڑی۔

حمید کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں اور قریب تھا کہ وہ کھوپڑی کی حدود سے تجاوز کر جائے دفعتاً اُسے خیال آ گیا کہ یہ لڑکی سچ مچ مجھے گھسنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لہٰذا اس نے پہلے تو لوسی کے جسم کی لمس کی پرواہ کئے بغیر اپنے آنسو خشک کئے اور آہستہ سے ایک طرف کھسکتا ہوا بولا۔ ''دیکھئے میں بہت ستم رسیدہ ہوں۔''

''آج تک کوئی بھی مجھ سے ہمدردی سے پیش نہیں آیا۔ میرا باس ہی مجھے ہر وقت گالیاں دیتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ پیسے اچھے ملتے ہیں اس لئے سب کچھ برداشت کر لیتا ہوں۔''

''قدرتی بات ہے۔ بڑا کمینہ ہے۔ وہ اب ملے گا تو اس کا منہ نوچ لوں گی۔''

حمید کی آنکھوں سے پھر آنسو اُبل پڑے اور وہ باقاعدہ رونے لگا۔ لوسی نے جھپٹ کر ایک بازو اس کی گردن میں ڈال دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو خشک کرنے لگی۔ مگر حمید بوکھلا گیا کہ کہیں میک اپ ظاہر نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ تڑپ کر اس کے بائیں بازو سے نکل گیا اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''دنیا نے مجھے پیس کر رکھ دیا ہے۔ اب میں خودکشی کر لوں گا اور اب میں اپنے کمینے باس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ صبح شہر کے کسی حصے سے میری لاش اٹھوا لینا۔''

لوسی نے جھپٹ کر اُس کی کمر پکڑ لی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بے وقوف آدمی سے کھیل رہی ہو۔

''چلو..... بیٹھو..... یہ کیا پاگل پن ہے۔ اگر تمہیں اس گدھے سے کوئی شکایت ہے تو اس کا خاتمہ کر دو۔ تم کیوں مرو۔ واقعی اس کی صحبت نے تمہیں بھی احمق بنا دیا ہے۔''

حمید ایک کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگا اور وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کھڑی اُسے دلاسہ دیتی رہی۔ ویسے حمید نے اس بار ایک ایسی کرسی منتخب کر لی تھی جس پر کسی دوسرے کے لئے گنجائش نہ نکل سکے۔

''ہاں ابھی تم نے اُسے فراڈ کہا تھا۔'' لوسی نے کہا۔

''قطعی فراڈ ہے اور انتہائی چالاک۔'' حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اس نے تمہیں اور تمہارے چچا کو بھی اُلو بنایا ہے۔ چیک بک وہ باہر پھینک گیا تھا گرہ کٹ کی کہانی بکواس تھی۔ سرے سے بکواس۔ وہ بعد میں ہنس رہا تھا تم لوگوں کا مضحکہ اڑا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ تو میں نے محض رُعب ڈالنے کے لئے وہ چیک لکھ ڈالے تھے۔ اگر تمہیں یقین نہ آئے تو میں وہ چیک بک اسی کے کمرے سے برآمد کراسکتا ہوں۔''

''مگر یہ کتنا بڑا کمینہ پن ہے۔ اتفاق سے میری زبان سے اپنی موجودہ پریشانیوں کے متعلق کچھ نکل گیا تھا۔ اس نے خود ہی پچاس پچاس ہزار کے دو چیک لکھے تھے اور مجھے مجبور کررہا تھا کہ میں انہیں لے لوں۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ اس لئے پیچھا چھڑانے کی غرض سے کہہ دیا کہ چلو میرے چچا کے پاس..... اگر وہ لے لیں تو مجھے بھی کوئی انکار نہ ہوگا۔ میں سمجھی تھی کہ اسی جگہ سے بات ٹل جائے گی۔ لیکن وہ میرے ساتھ یہاں آنے پر آمادہ ہوگیا تھا اور پھر یہاں آکر میرے چچا کے پیچھے پڑ گیا۔ مجبوراً انہیں کہنا پڑا لاؤ بھئی دے دو۔ لیکن اس نے بوکھلا کر اپنی جیبیں ٹٹولیں اور کسی نامعلوم گرہ کٹ کو گالیاں دینے لگا۔''

''ہاہا.....!'' حمید نے قہقہہ لگایا۔ ''اب بھی تم اُسے احمق کہو گی۔''

''نہیں۔ مگر اب اُسے سزا دینے کو دل چاہتا ہے۔ کیا اس نے وہ دونوں چیک کینسل نہیں کئے۔''

''نہیں...... چیک بک جوں کی توں رکھی ہوئی ہے اور یہ بھی قطعی غلط ہے کہ اس نے باقاعدہ طور پر چیک بک کی گمشدگی کی اطلاع دے دی ہے۔''

''تب تو سنو ڈیئر۔ اُسے سزا دینی چاہئے۔ تم کسی طرح وہ دونوں چیک اڑا دو۔ اس گدھے کو کچھ دن پریشان کرکے اس کے روپے کسی پھٹے پرانے جوتے میں بھر کر پھر اس کے منہ پر ماردیں گے۔'' لوسی نے کہا۔

''نا..... بابا.....!'' حمید کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''میں نہیں اڑا سکتا۔''

''ہشت ڈرپوک۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ''یہی موقع ہے بدلہ لینے کا۔''

''میں تو نہیں اڑا سکتا لیکن وہ جگہ بتا سکتا ہوں جہاں چیک بک رکھی ہوئی ہے۔ میں نیچے باس کو باتوں میں لگائے رہوں گا تم اڑا دینا۔''

''اچھا چلو یہی سہی۔ مگر وعدے سے نہ پھرنا۔ میں چاہتی ہوں اسے ایک ایسا اچھا سبق دیا جائے۔''

نادر کسی پتھر کے بت کی طرح کمرے کے وسط میں بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

دفعتاً آٹھ نمبر کی الماری اپنی جگہ سے کھسک گئی اور اس کی پشت پر دیوار میں خلاء نظر آئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے دروازے کی شکل اختیار کر لی۔

دوسری طرف بھی روشنی ہی تھی۔ لیکن وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اب وہ کسی قسم کی بھی بے احتیاطی کے لئے تیار نہیں تھا۔

دفعتاً ایک نقاب پوش اُسے دوسری طرف نظر آیا، جو اس کی جانب ہاتھ پھیلائے بڑے پیار سے کہہ رہا تھا۔ ''آؤ دوست۔ خوش آمدید۔ تم ایسی جگہ پہنچ گئے ہو جو تمہارے شایان شان ہے۔ آؤ عظیم ٹویوڈا نے عہد کیا تھا کہ تمہیں فرشتہ نہیں بننے دے گا وہ آج بھی اپنے عہد پر قائم ہے۔''

نادر آگے بڑھ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان پر اس کی کوئی کمزوری ظاہر ہو جائے۔ وہ یہ بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اچانک ٹویوڈا کے نام نے اُسے مرعوب کر دیا ہے۔ وہ بڑے بے تکلفانہ انداز میں نقاب پوش کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے اس سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور مسکراتا ہوا بولا۔ ''اگر تم ہی ٹویوڈا ہو تو تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔''

''میں ٹویوڈا کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ دوست مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہاں کے عجائبات دکھاؤں۔''

''ہاں! ضرور ضرور۔'' نادر مسکرا کر بولا۔ ''ابھی میں نے بارہ آدمیوں کی آخری آرام

گاہیں دیکھی ہیں، واقعی ٹویوڈا ایک بہت بڑا فنکار ہے۔''

''ابھی ایسے ہی بہتیرے عجائبات ہیں۔ اچھا آؤ میرے ساتھ۔''

وہ ایک لمبی راہداری سے گذر رہے تھے۔ دفعتاً نادر نے کسی کی چیخیں اور کراہیں سنیں۔ نقاب پوش ہنس رہا تھا۔ ''یہ بھی عجوبہ ہے۔ مسٹر نادر آؤ پہلے اسی کو دیکھیں۔''

وہ اسی کمرے میں داخل ہوئے جہاں سے آوازیں آرہی تھیں۔

ایک بڑی میز پر ایک نیم برہنہ آدمی اندھا پڑا چیخ رہا تھا اور دوسرا آدمی داہنے ہاتھ سے زنبور پکڑے اس کی پشت سے کوئی چیز نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آؤ..... قریب آؤ..... میں تمہیں ٹویوڈا کا دوسرا کمال دکھاؤں۔'' نادر کے ساتھی نے اس سے کہا۔ نادر میز کے قریب چلا گیا۔ دفعتاً اس نے دوسرے آدمی کے زنبور کی گرفت میں ایک باریک سی سوئی دیکھی، جو اس نے نیم برہنہ آدمی کے داہنے شانے سے نکالی تھی۔

''ایسی ہی لاتعداد سوئیاں اس کے سارے جسم میں پیوست ہیں۔ نقاب پوش کا ساتھی کہہ رہا تھا۔ اور یہ سوئیاں اس کا ثبوت ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی بھی عظیم ٹویوڈا کے سامنے بالآخر بے بس ہو جاتا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' نادر نے کہا۔

''عظیم ٹویوڈا اپنے غلاموں کو باندھ کر نہیں رکھتا۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا دوست۔'' نادر نے بہت زیادہ دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''یہ ٹویوڈا کا قیدی تھا اور اسی عمارت میں تھا۔ آج ٹویوڈا نے اسے اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ وہ ٹھیک نو بجے اسی عمارت میں واپس پہنچ جائے۔ اس نے وعدہ کر لیا تھا۔ لیکن یہ نو بجے تک واپس نہیں آیا بس پھر یہ جہاں بھی تھا وہیں ٹھیک نو بج کر پانچ منٹ پر اس کے جسم میں سوئیاں چبھنے لگیں اور اسے خیال آیا کہ ٹویوڈا اُسے رہا کرتے وقت نشے میں نہیں تھا، ورنہ یہ بیچارہ تو یہی سمجھا تھا کہ ٹویوڈا نے نشے کی جھونک میں اسے رہا کر دیا ہے۔ لہٰذا رہا ہونے والا جس کے حواس خمسہ اپنی جگہ پر ہی تھے اپنی دانست میں ٹویوڈا کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے

میں کامیاب ہوگیا تھا۔ بھلا پنچھی پنجرے سے اڑنے کے بعد کب واپس آیا ہے۔ اگر تم کسی پرندے کے پنجرے کی کھڑکی کھول کر کہو کہ جاؤ بیٹا اڑ جاؤ لیکن دو گھنٹے بعد واپس آ جانا تو دیکھنے اور سننے والے تمہیں یا تو پاگل سمجھ لیں گے یا اس پر یقین کرلیں گے کہ تم بہت زیادہ پی گئے ہو۔ یہی حال اس قیدی کا بھی ہوا۔ یہ سمجھا تھا کہ اب اُسے کون پا سکے گا۔ لیکن اُسے ٹھیک ساڑھے نو بجے یہاں پہنچ جانا پڑا۔ جب کئی سوئیاں اس کے جسم میں پیوست ہو چکی تھیں تو اُسے خیال آیا کہ کہیں ٹویوڈا ہی کے بھوت نہ ہوں۔ کیونکہ اسے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ سوئیاں آسمان سے برسی ہوں۔''

نادر نے ایک طویل سانس لی لیکن اپنے ذہن کو قابو میں رکھا۔ پھر اس طرح سر کو جنبش دی جیسے اُسے ٹویوڈا کا یہ بچکانہ کھیل بہت پسند آیا ہو۔

''اب آؤ تمہیں دکھاؤں کہ وہ اپنے سرکس کے جانوروں کو کس طرح سدھاتا ہے۔''

وہ اب اسے ایک ایسے کمرے میں لایا جہاں ایک میز کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور اس میز پر ایک ٹیلی ویژن سیٹ بھی موجود تھا۔

اس نے اس کا سوئچ آن کر دیا اور اس کی اسکرین روشن ہوگئی۔

''غور سے دیکھنا۔ ٹویوڈا اپنے سرکس کے لئے ایک جانور کو ٹریننگ دے رہا ہے۔'' ٹیلی ویژن کی اسکرین پر نادر کو ایک سیاہ پوش نظر آیا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک بھی تھا اور اس کا سارا جسم سیاہ رنگ کے ایک لبادے میں چھپا ہوا تھا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے چابک کو گردش دے رہا ہو۔ پھر ایک اور آدمی بھی اسکرین پر نظر آیا۔ یہ غالباً چابک کی زد سے بچنے کیلئے بندروں کی طرح کود رہا تھا۔ ساتھ ہی نادر نے اسکی آواز بھی سنی۔

وہ اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔ ''میں اُلو ہوں، میرا باپ بھی اُلو تھا اور مجھے ایک گدھی نے جنم دیا تھا۔''

جب بھی اس کی زبان رکتی سیاہ پوش کا چابک لپکتا ہوا اس کے جسم کے کسی حصے پر ضرور لپٹ جاتا اور وہ دوسری چوٹ بچانے کے لئے اچھلنا کودنا شروع کر دیتا اور ساتھ ہی اس کی

زبان بھی چلنے لگتی تھی۔

نادر کچھ دیر تک یہ تماشا دیکھتا رہا پھر ٹیلی ویژن کا سوئچ آف کر دیا گیا۔

''یہ کیا تھا دوست۔'' نادر نے ایسے لہجے میں پوچھا جیسے اس منظر سے بے حد محظوظ ہوا ہو۔

''یہ ٹو یوڈا کی تفریح تھی۔''

''کیا وہ سیاہ پوش۔''

''ہاں..... وہ بذات خود ٹو یوڈا ہے۔ اس کی یہ تفریح اس کے غلاموں کی تربیت کا طریقہ بھی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''نہ سمجھے ہو گے۔'' نقاب پوش نے لاپروائی سے کہا۔ ''ٹو یوڈا انتہائی پراسرار ہے لیکن اس کا طریقہ کار سائنٹیفک ہوتا ہے۔ جس پر وہ کوڑے برسا رہا تھا ایک نوگرفتار ہے۔ کچھ دن ٹو یوڈا اسے قید ہی میں رکھے گا اور پھر وہ بھی آزاد کر دیا جائے گا اور پہلی آزادی پر وہ یہی سمجھے گا کہ ٹو یوڈا نشے میں تھا۔ بھلا اڑا ہوا پنچھی کب واپس آتا ہے۔ وہ ٹو یوڈا سے دور بھاگنا چاہتا ہے لیکن آسانی بلائیں اُسے گھیر کر دوبارہ ٹو یوڈا کے حضور میں لے آئیں گی۔ ابھی تم ایک ایسے ہی آدمی کو دیکھ چکے ہو۔ جس کے جسم سے سوئیاں نکالی جا رہی تھیں۔ صرف سوئیاں ہی نہیں ٹو یوڈا کی تفریح کا کسی حد تک تم بھی شکار ہوئے ہو مسٹر نادر۔''

''مثلاً......'' نادر تلخ لہجے میں بولا۔ ''تمہارا کاٹن ڈیل کے آفس سے نکالا جانا......اور بیچ بازار میں بے عزتی کا سامنا کیوں۔''

''یقیناً وہ ٹو یوڈا ہی کی تفریح تھی۔''

''آخر کیوں۔ میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔''

''اس کا تو کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ مگر اس کے مسلک کا مضحکہ اڑانے کی کوشش ضرور کی تھی۔ مسٹر نادر بھلا وہ کیسے برداشت کر لیتا کہ اس کی عملداری میں کوئی بُرا آدمی اچھا بننے کی کوشش کرے۔ جب کہ اچھوں کو بُرا بنانا ہی اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا مشن ہے۔ مگر دیکھو بعد میں

اُسے تمہاری قدر و قیمت معلوم ہوئی ہے اس لئے اس نے تم سے وہ برتاؤ ترک کر دیا تھا اور تمہیں اس طرح نہیں پکڑوایا گیا جیسے دوسرے پکڑوائے جاتے ہیں بلکہ تمہیں موقع دیا گیا کہ تم خود ہی یہاں تک چلے آؤ۔''

''تو وہ سلویا پالگریو والا معاملہ۔''

''ہاں۔ وہ معاملہ الگ نوعیت کا حامل بھی ہے اور اس سے تم بھی متعلق ہو۔ مگر یہ نہیں کہا جاسکتا وہ ڈرامہ محض تمہارے ہی لئے کیا گیا تھا۔ تم خواہ مخواہ بیچ میں آ کودے۔ اس لئے سوچا گیا کہ یہ بھی غیر مناسب نہ ہوگا۔''

''تو کیا میں خود کو ٹویوڈا کا قیدی سمجھوں۔''

''قطعی نہیں۔ تم اگر ابھی واپس جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔ ٹویوڈا تو تمہیں محض یہ دکھانا چاہتا ہے کہ تم یہاں سے جانے کے بعد بھی ٹویوڈا کے خلاف کچھ نہ کرسکو گے۔''

''کیا مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ ٹویوڈا جیسے فنکار کی راہ میں آؤں گا۔'' نادر نے ہنس کر کہا۔

''نہیں۔ سلویا یا ڈریگی کی حمایت کا خبط ایک دن تمہیں ٹویوڈا کی راہ پر ضرور لائے گا۔''

نادر نے قہقہہ لگایا اور بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ''سلویا بے حد حسین ہے۔ عورت کے معاملے میں میں اب بھی بُرا ہوں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون غلط ہے۔''

دوسرا نقاب پوش

پھر معاملات بہت آگے بڑھ گئے اور حمید کو کچھ دیر تک اپنا سر کھجانا پڑا۔ لیکن آخر اُسے لوسی کی اس رائے سے متفق ہونا ہی پڑا کہ اس معاملے سے اس کے چچا کو بھی آگاہ کیا جائے کیونکہ قاسم نے اس کی بھی توہین کی تھی۔ بات طے ہوگئی اور یہ مسئلہ دوسرے دن ڈریگی کے

سامنے پیش ہوا۔ غالبًا لوسی کا خیال تھا کہ وہ حمید کو اُلو بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے کیونکہ حمید اب محاورۃً اس کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔

ڈریگی نے چیک بک کی کہانی سن کر آپے سے باہر ہو جانے کا مظاہرہ کیا اور کافی دیر تک گرجتا برستا رہا۔ پھر لوسی نے اپنی تجویز پیش کی۔

''نہیں قطعی نہیں۔ میں مذاق کے لئے بھی اُسے پسند نہیں کروں گا۔'' ڈریگی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''پھر یہ تو دیکھو انکل کہ اس نے ہم لوگوں کو کیسا ذلیل کیا ہے۔''

''یہ تمہاری غلطی تھی۔ نہیں اب میں مشورہ دوں گا کہ خاموشی اختیار کرو۔ ہاں اگر اب اس نے تم سے ملنے کی کوشش کی تو شہر کی کسی شاہراہ پر اس کے جوتے لگوادوں گا۔''

''اس سے کیا فائدہ ہوگا انکل۔ میں کہتی ہوں تفریحاً ہی سہی لیکن اس کے ساتھ کوئی فراڈ ہونا چاہئے۔ مسٹر ناصر کی ایک تجویز ہے۔ یہ بھی اس گدھے سے عاجز آ گئے ہیں۔ اوہ انکل یہ تو ان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ خود کتنا بڑا فراڈ ہے۔ یہ اب اس کی ملازمت نہیں کرنا چاہتے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی فرم میں انہیں جگہ دوں گی۔''

ڈریگی نے حمید کو نیچے سے اوپر تک دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر لوسی نے کہا۔ تجویز یہ ہے کہ چیک بک اڑالی جائے اور مسٹر ناصر اس سے روئی کے ایک بڑے سودے کا کاغذ لکھوالیں۔

''ہوم.....!'' ڈریگی حمید کی آنکھوں میں دیکھنے لگا بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ حمید کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''وہ سودا کس طرح ہوگا جناب۔'' اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''ہر طرح ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ میں اسے اس کے کمینہ پن کا مزہ چکھاؤں گا۔ خواہ مجھے اپنی جان ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں۔ وہ مجھے اپنے پالتو کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ ہر وقت گالیاں دیتا رہتا ہے۔ میں اُسے مزہ چکھاؤں گا۔''

''مگر سودا کیا ہوگا۔''

''میں اس سے ایک لاکھ کی روئی وصول پانے کی رسید لکھواؤں گا۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''آپ چیک کیش کرالیجئے گا یا اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرالیجئے گا اگر اس نے کسی قسم کی قانونی کارروائی کی تو ڈیلیوری ریسیٹ اس کی گردن کا پھندا بن جائے گی۔''

''مگر وہ ڈیلیوری ریسیٹ دینے ہی کیوں لگا۔ اگر وہ اتنا ہی چالاک ہے۔''

''یہ مجھ پر چھوڑیئے۔ اس کے فرشتے بھی دیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کب حماقتیں کرنے لگتا ہے۔ بس شراب چاہئے..... اور..... خیر میں اس کا ذمہ لیتا ہوں۔ ایک کیا میں چاہوں تو اس سے روزانہ دس لاکھ وصول کرسکتا ہوں۔''

''وصول ہی کرتے ہوگے۔'' ڈیگی نے ترش لہجے میں کہا۔ ''تم بھی مجھے کوئی اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔''

پھر اس نے لوسی سے کہا۔ ''تم ان لغویات میں نہ پڑو۔ ان کالے آدمیوں پر اعتماد کرلینا بڑی حماقت ہے۔''

''مسٹر ڈریگی۔'' حمید کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔ ''تم میری توہین نہیں کرسکتے۔ اگر تمہاری بھتیجی میری دوست نہ ہوتی تو تمہیں بتاتا کہ دیکھو میری رنگت تم سے زیادہ سفید ہے اور تم میرے مقابلے میں کوئی حبشی معلوم ہوتے ہو۔''

''بدتمیز۔'' ڈریگی گھونسہ تان کر حمید کی طرف بڑھا۔ لیکن لوسی ان کے درمیان آ گئی۔

''انکل یہ کیا کررہے ہو۔ ناصر میرا بہترین دوست ہے۔''

ڈریگی پیچھے ہٹ گیا اور یک بیک اس کے چہرے سے شرمندگی ظاہر ہونے لگی۔

''ناصر.....!'' لوسی حمید کے بازو پر ہاتھ پھیرتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ ''انکل دل کے بُرے نہیں ہیں۔ مگر انہیں غصہ بہت جلد آجاتا ہے۔''

''مجھے اپنے اس غیر شریفانہ رویے پر ندامت ہے مسٹر ناصر۔'' ڈریگی بھی بھرائی ہوئی

آواز میں بولا۔ ''بات دراصل یہ ہے۔''

''آؤ چلیں۔'' لوسی اسے دروازے کی طرف کھینچ لے گئی اور یہ بھی نہ سننے دیا کہ ڈر یگی کیا کہنا چاہتا ہے۔

وہ اسے پھر اسٹڈی میں لاکر بولی۔ ''میں کہتی ہوں انکل کو الگ ہی رکھا جائے۔ اس معاملے کو ہم خود ہی دیکھ لیں گے۔ میں اس سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہوں۔''

''میں کچھ نہیں کرسکوں گا۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ارے ڈیئر۔ تم بُرا مان گئے۔ انکل نے معافی تو مانگ لی تھی۔''

''کچھ دیر مجھے خاموش رہنے دو۔ میرا موڈ بہت خراب ہوگیا ہے۔'' حمید منہ پھلائے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا لوسی پھر اس پر لد پڑی وہ کرسی کے ہتھے پر بیٹھ گئی تھی اور آہستہ آہستہ اس کی گردن سہلا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نے پوچھا۔ ''ایک لاکھ میں کتنی گانٹھیں ہوں گی۔''

''یہ تو انکل ہی سے معلوم ہو سکے گا۔''

''انکل کی بات نہ کرو۔''

''ارے بس یونہی ان سے ریٹ معلوم کر کے گانٹھوں سے ایک لاکھ کو تقسیم دے دوں گی۔ غالباً تم ایک لاکھ قیمت کی گانٹھوں کی ڈیلیوری پر رسیٹ لکھواؤ گے۔''

''ہاں۔''

''مگر کس طرح لکھوالو گے۔''

''نشے کی حالت میں۔ زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ نشے میں وہ سچ مچ بالکل گدھا ہوجاتا ہے۔''

''ہم کچھ دن اُسے پریشان کریں گے۔'' لوسی ہنس پڑی۔ ''پھر رقم واپس کردیں گے۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''آدھے آدھے پر معاملہ کرلو۔''

''چلو، جو تم کہو گے۔ میں اپنا حصہ اُسے واپس کردوں گی۔''

''تمہاری مرضی۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

نادر نے کھلی فضا میں پہنچ کر دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور مڑ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ایسی الجھن سے وہ کبھی دو چار نہیں ہوا تھا۔

آخر ٹویوڈا کے آدمیوں نے اسے کیوں پکڑا تھا۔ پکڑا ہی تھا تو اس طرح چھوڑ کیوں دیا اور اسے اس کا موقع کیوں دیا کہ وہ اس عمارت کے محل وقوع سے واقف ہو جائے۔ مگر یہ وہ عمارت تو ہرگز نہیں تھی جس کی دیوار پر پھیلی ہوئی بیل کے ذریعے اس نے اندر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔اس نے چاروں طرف دیکھا۔ یہ شہر کا ایک جانا پہچانا حصہ تھا اور نادر نے ادھر سے گذرتے وقت اس شاندار عمارت کو بار بار دیکھا تھا۔ اس عمارت میں انسانی ہڈیوں کے بارہ ڈھانچے تھےاور ہر ڈھانچے کے ساتھ ایک تحریری اقرار جرم بھی موجود تھا۔اس عمارت میں ایسے لوگ بھی تھے جنہیں ان کی مرضی کے خلاف محبوس رکھا گیا تھا۔ پھر....؟ ان لوگوں نے نادر کو کسی ایسی عمارت سے کیوں نکل آنے دیا۔ وہ چلتا رہا اور اس کے ذہن میں لاتعداد سوالات چکراتے رہے۔ وہ نہایت آسانی سے پولیس کو اس عمارت کا پتہ بتا سکے گا کیا ٹویوڈا اتنا احمق بھی ہوسکتا ہے۔ پھر کیا بات تھی۔اسے وہ آسمانی بلائیں یاد آئیں جن کا تذکرہ اس نقاب پوش نے کیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد آیا کہ اسے کس طرح صدر کے فٹ پاتھ پر گرایا گیا تھا۔ کس طرح سر پر چپتیں رسید کی گئی تھیں۔تو کیا پولیس اسٹیشن کی طرف رخ کرنے سے اس کے جسم پر بھی باریک باریک سوئیوں کی بارش ہوگی۔ یقیناً اس کے ذہن نے جواب دیا۔ٹویوڈا احمق نہیں ہوسکتا۔ اس نے کسی مضبوطی ہی کی بناء پر اسے اس طرح مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے۔لہٰذا اُسے فی الحال خاموش ہی رہنا چاہیئے۔ ویسے اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن ٹویوڈا سے ضرور ٹکرائے گا۔ خواہ خود ہی فنا ہو جائے۔تو کیا ٹویوڈا اُسے بُرائی کے راستے پر زبردستی لے جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ نادر کا خون کھولنے لگا اور اس کے قدم بیساختہ اس سڑک کی طرف مڑ گئے جو اسے پولیس اسٹیشن تک لے جاتی۔

لیکن پھر کچھ دور چلنے کے بعد وہ چونک پڑا۔ اُسے ٹویوڈا کی آسمانی بلائیں یاد آ گئیں۔ دنیا کا مکار ترین آدمی، اس نے سوچا اس کے خلاف علانیہ طور پر جنگ کرنا حماقت ہی ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ مکاری ہی اس کے سلسلے میں کارآمد ثابت ہوسکے۔

اب نادر کے قدم سلویا کے بنگلے کی طرف اٹھ رہے تھے اور وہ اب سلویا اور ڈریگی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ آخر ان کا ٹویوڈا سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ ٹویوڈا نے ڈریگی کو سلویا کے ہاتھوں زہر کیوں دلوانا چاہا تھا۔ ان دونوں میں مظلوم کون تھا۔

بنگلے کے قریب پہنچ کر اس نے رک کر چاروں طرف دیکھا۔ لیکن نزدیک و دور کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ کہیں دور گھڑیال بارہ بجا رہا تھا۔ گھنٹوں کی آوازیں سکوت کا سینہ چیر رہی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر پھاٹک ہلایا۔ چوکیدار نے جاگتے رہو کی ہانک لگائی پھر کچھ دیر بعد پھاٹک کھل گیا۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

وہ اپنی کوٹھری کی طرف چلا آیا۔ کوٹھری کی کنڈی گری ہوئی دیکھ کر اسے حیرت نہیں ہوئی۔ اس نے سوچا ممکن ہے اس کی عدم موجودگی میں سلویا آئی ہو۔ وہ اکثر اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی کوٹھری میں آجایا کرتی تھی اور اس طرح وہ روزانہ اپنے تکئے پر نیا غلاف پایا کرتا تھا۔ بستر گو فرش پر ہوتا تھا لیکن بچھا ہوا ملتا اور سرہانے دو چار تازہ گلاب۔

نادر نے دروازے کو دھکا دیا، جو ہلکی سی چڑچڑاہٹ کے ساتھ کھل گیا پھر کوٹھری میں داخل ہوکر اس نے دروازہ بند کرکے کنڈی چڑھا دی۔ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا اور تختے پر رکھے ہوئے کیروسین لیمپ کے روشن کرنے کے لئے دیا سلائی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ دفعتاً اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پڑی تھی اور کسی نے آہستہ سے کہا ''ریوالور کا رخ تمہارے سینے کی طرف ہے۔ اب تم لیمپ روشن کرسکتے ہو۔''

''تم کون ہو۔'' نادر نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''لیمپ روشن کرو۔ اگر میں نے پسند کیا تو مجھے فوراً پہچان لوگے۔''

نادر نے بے چوں و چرا لیمپ روشن کردیا۔ ٹارچ بجھا دی گئی۔ کیروسین لیمپ کی مدھم

روشنی میں ایک نقاب پوش اُسے نظر آیا۔ جس کے جسم پر سیاہ پتلون اور چمڑے کی جیکٹ تھی۔ آدمی قد آور تھا اور مضبوط جسم کا معلوم ہوتا تھا لیکن اب اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔ نادر اُسے چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔''

''کیا ٹویوڈا اُس عمارت میں موجود تھا۔'' نقاب پوش نے پوچھا۔

''نہیں۔'' نادر نے غیر ارادی طور پر کہا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ ''تم کون ہو۔''

''تم اب مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔'' نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا ''صرف میری باتوں کا جواب دیتے رہو۔''

''اچھی بات ہے۔'' نادر نے مسکرا کر اپنے شانوں کو جنبش دی۔ ''اگر تمہارے جسم میں مجھے زیر کرنے کی قوت موجود ہے تو ضرور تم مجھ سے اپنے سوالات کا جواب لے سکو گے۔''

''اوہ.....!'' نقاب پوش ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''کشتی لڑو گے۔''

لیکن دوسرے ہی لمحے میں نادر نے اس پر چھلانگ لگادی اور پوری قوت سے اس سے ٹکرایا لیکن یہ اور بات ہے کہ پلک جھپکتے ہی نقاب پوش اُسے گرا کر سینے پر سوار ہو گیا ہو۔

''کیوں؟'' نقاب پوش ہنس کر بولا۔ ''اب ملے گا جواب۔''

''یقیناً.....!'' نادر بھی جواباً مسکرایا۔ ''ملے گا لیکن اس لئے نہیں کہ میں زیر ہو گیا ہوں بلکہ اس لئے کہ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔''

نقاب پوش اُسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

نادر نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے بے حد خوشی ہے کہ اب ایک بہت بڑی الجھن سے کسی حد تک نجات مل جائے گی۔''

نقاب پوش نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ ''ٹویوڈا وہاں تھا یا نہیں۔''

''حقیقت یہ ہے کہ میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ویسے مجھے ٹیلی ویژن پر اس کے درشن کرائے گئے تھے۔''

''کیا تم نو گرفتاروں میں سے ہو۔'' نقاب پوش نے پوچھا۔

''ذرا مجھے دم لینے دیجئے میں پوری کہانی دہرادوں گا۔'' نادر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

سیکریٹری اور مچھر

اس وقت ڈریگی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں جب قاسم نے یہ کہا کہ ڈیلیوری ریسیٹ پر اس کے دستخط جعلی ہیں۔ ڈی ایس پی سٹی نے چیک کے دستخط سے ڈیلیوری ریسیٹ کے دستخط کا موازنہ کر کے کہا۔ ''اوہو..... یہ تو قطعی جعلی معلوم ہوتے ہیں، ایک بچہ بھی کہہ دے گا۔''

ڈریگی بڑی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ حمید کی اسکیم کے مطابق لوسی نے چیک بک قاسم کے کمرے سے اڑالی تھی اور قاسم کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ کب کیا ہوگیا وہ تو جب دونوں چیک ڈریگی کی فرم کے اکاؤنٹ میں جمع ہونے کے لئے بینک بھیجے گئے تو ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ کیونکہ قاسم نے چیک بک کی گمشدگی کی اطلاع بینک کو بھی دے دی تھی اور باقاعدہ طور پر اس کی رپورٹ بھی درج کرادی تھی۔ بینک نے معاملہ پولیس کے سپرد کردیا۔

قاسم کو اطلاع ملی کہ ڈریگی ہی نے ان گمشدہ چیکوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ سناٹے میں آ گیا۔ کیونکہ اس کے پراسرار سیکریٹری کا قول کرسی نشین ہوگیا تھا۔ پھر کوتوالی میں قاسم اور ڈریگی کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ڈریگی نے ڈیلیوری ریسیٹ پیش کی جو اُسے قاسم سے ملی تھی اور حمید نے اُسے یقین دلایا تھا کہ کام پکا ہوگیا ہے۔ اب قاسم کسی صورت سے بھی یہ ثابت نہ کرسکے گا کہ اس کے ساتھ جعلسازی ہوئی ہے۔

''مجھے یہ چیک اور ڈیلیوری ریسیٹ تمہارے سیکریٹری سے ملے تھے۔'' ڈریگی نے جھلا کر کہا۔

قاسم صرف بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا لیکن ڈی ایس پی نے کہا۔ ''کیا چیک اور ڈیلیوری

ریسیٹ ساتھ ہی ملے تھے۔"

"اس کے سیکریٹری کو بلوایا جائے۔" ڈریگی غصیلی آواز میں بولا۔"وہی بتائے گا اگر یہ ریسیٹ جعلی ہے تو پھر میں تو برباد ہی ہو گیا۔ کیونکہ نہ صرف ایک لاکھ کی روئی خرد برد ہو گئی بلکہ دس ہزار روپے نقد بھی گئے۔"

"کیوں۔" ڈی ایس پی نے اُسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اس سودے کے سلسلے میں سیکریٹری نے دس ہزار کا مطالبہ کیا تھا اور ریٹ وہی منظور کرائے تھے جو میں نے دیئے تھے۔ لہٰذا میں نے اُسے دس ہزار نقد دیئے تھے۔ چونکہ یہ لوگ قابل اعتماد معلوم ہوئے تھے اس لئے، رقم وصول ہونے سے قبل ہی سیکریٹری کا مطالبہ پورا کر دیا گیا تھا۔ پھر ایک لاکھ کی روئی دی گئی اور مجھے اس کی ڈیلیوری رسید سیکریٹری ہی سے ملی۔ جی ہاں چیک اور ڈیلیوری ریسیٹ ساتھ ہی ملے تھے، چونکہ معاملہ عاصم ٹیکسٹائل ملز کا تھا اس لئے ہم نے کچھ بیعانہ وغیرہ بھی نہیں طلب کیا تھا۔ اگر یہ سب کچھ جعلی ہے تو میری روئی کہاں گئی۔ میں تو کہیں کا نہ رہا۔"

"اور وہ تمہاری شوشو کہاں ہے۔" قاسم نے ٹپک کر جلے کٹے انداز میں کہا۔"جس نے لیلیٰ مجنوں والے خط لکھ کر مجھے یہاں بلوایا تھا اور پھر ایک لاکھ روپے اینٹھنے چاہے تھے۔ ابے اگر بے ایمانی کرو گے تو اسی طرح کیڑے پڑیں گے۔ تمہارا ستیاناس ہو جائے گا۔"

"آپ کا سیکریٹری کہاں ہے اسے بلوایئے۔" ایس پی سٹی نے کہا۔

"اس سالے کو بھی آج صبح نکال دیا۔ ارے یہ سالا دشمنوں کا شہر ہے کوئی دوست نہیں نظر آتا۔ کل رات اس پھلم کمپنی والے نے بھی چونا لگانا چاہا تھا بولا کہ فائنس کم پڑ گیا ہے۔ اگر دو لاکھ کہیں سے فوراً نہ ملے تو فلم سالی ڈبے میں چلی جائے گی۔"

"آپ پتہ نہیں کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں جناب..... میں کہہ رہا ہوں کہ اپنے سیکریٹری کو بلوایئے۔"

"نکال دیا نا۔ اُسے کون برداشت کر سکتا ہے۔"

''کیا کہہ رہے ہیں آپ۔''

''جی ہاں۔ کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''صبح میں اپنے کمرے میں ناشتہ کررہا تھا کہ سالے نے پٹاخ سے میرے سر پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ الاقسم بس میں اٹھ کر اس کی گردن مروڑنے ہی والا تھا کہ بولا سر پر ملیریا کا مچھر بیٹھا ہوا تھا۔ کاٹ لیتا تو کیا ہوتا۔ میں نے کہا بس سالے نکل جاؤ یہاں سے۔ آپ خود بتایئے تحصیلدار صاحب۔ اور کپتان صاحب کہ سالا اگر ہش کردیتا تب بھی مچھر اڑ جاتا۔ اس کی ایسی تیسی.....خدا غارت کرے۔''

''سن رہے ہیں آپ اس فراڈ کی باتیں۔'' ڈریگی نے ڈی ایس پی سے کہا۔

''وہ اس وقت گرینڈ میں ہوگا یا نہیں۔'' ڈی ایس پی نے قاسم سے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔'' میں نے تو الگ کردیا تھا۔ اگر اس کی جیب میں پیسے ہوں گے تو ضرور ہوگا۔''

''سیکریٹری کی حاضری ضروری ہے اور آپ دونوں اس وقت تک حراست میں رہیں گے جب تک کہ وہ حاضر نہ ہو جائے۔''

''ارے واہ۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ ''میں کوئی ٹھیکیدار ہوں اس سالے کا۔''

''وہ کب سے آپ کے پاس تھا۔''

''تین چار دن سے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''وہی، جو تین چار دن کا ہوتا ہے۔''

''مسٹر قاسم آپ اوٹ پٹانگ باتیں کرکے اپنے حق میں کانٹے بو رہے ہیں۔''

''بس اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''یہاں لوگ مجھے لوٹنے کی کوشش کررہے ہیں اور پولیس الٹا مجھ ہی پر دھونس جماتی ہے۔ میں ابھی وزیراعظم کو فون کرتا ہوں۔ کیا سمجھا ہے آپ لوگوں نے۔''

ڈی ایس پی نے ایک طویل سانس لی اور ڈریگی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''ان لوگوں نے مجھے لوٹ لیا۔'' ڈریگی بڑبڑایا۔ ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور ڈی

ایس پی ٹی نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو۔یس ڈی ایس پی ٹی پلیز۔ارے نہیں۔'' ڈی ایس پی کے چہرے سے حیرت ظاہر ہونے لگی۔ وہ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنتا رہا۔لیکن کبھی وہ قاسم کو دیکھنے لگتا اور کبھی ڈریگی کو۔

پھر اس نے ریسیور رکھ کر کہا۔''جب تک کہ سیکریٹری نہ مل جائے آپ دونوں حراست میں رہیں گے۔''

''یہ زیادتی ہے۔ میں ہی لٹ گیا ہوں.....اور.....!''

''مسٹر ڈرگ پالگریو۔ میں مجبور ہوں۔اس کے علاوہ اس مسئلے کا اور کوئی حل نہیں ہے۔''

ڈی ایس پی نے کہہ کر سب انسپکٹر کو اشارہ کیا کہ وہ انہیں لے جائے۔

نادر نے جیسے ہی پھاٹک میں قدم رکھا سلویا پورچ سے اس کی طرف دوڑی نادر جہاں تھا وہیں رک گیا۔سلویا کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ قریب آکر ہانپتی ہوئی بولی۔

''تم نے سنا وہ گرفتار کرلیا گیا ہے۔آؤ چلو شائد تمہیں نہیں معلوم۔ میں بتاؤں گی۔''

اس نے نادر کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی تیزی سے پورچ کی طرف چل پڑی۔ ساتھ ہی وہ جلدی جلدی کہتی جارہی تھی۔''میں جانتی تھی کہ ایک نہ ایک دن اس کے ہتھکڑیاں لگیں گی۔کوئی بھی بُرا آدمی زیادہ دنوں تک نہیں پھل پھول سکتا۔اس نے کسی سے ایک لاکھ روپے کا فراڈ کیا ہے۔''

''مجھے علم ہے مادام۔ میں شاید آپ سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔'' نادر نے کہا وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔سلویا ایک صوفے میں گر کر ہانپنے لگی۔ نادر بدستور کھڑا اس کی طرف ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔سلویا کی آنکھیں متورم اور سرخ تھیں ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ

بہت روئی ہو۔

''مگو مادام۔'' نادر نے آہستہ سے کہا۔ ''آپ اس ناہنجار کے لئے روتی ہیں۔ جس کے متعلق اب میری معلومات کا ذخیرہ یادداشت کے لئے وبال بن گیا ہے۔''

''میں اپنے لئے روئی تھی۔ ڈیڈی مر گئے۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میرے خدا۔ ایسی ٹریجڈی شاید تمہیں کہانیوں میں بھی نہ ملے۔ وہ مر گئے ہیں لیکن لاوارثوں کی طرح دفن کر دیئے جائیں گے۔ میں ان کے جنازے میں بھی شرکت نہیں کرسکوں گی۔ کیسے کرسکتی ہوں میں نے ہی انہیں پولیس کے حوالے کیا تھا۔ انہوں نے اعتراف کیا تھا کہ وہ میرا پرس اڑانے کی کوشش کررہے تھے۔ مگر میں اب کیسے کہہ سکتی ہوں کہ میرے باپ تھے۔ ان کی لاش تدفین کے لئے مجھے دی جائے۔ پچھلی رات ان کی حالت بہت خراب تھی۔ انہوں نے ایک آفیسر سے استدعا کی کہ انہیں مجھ سے ملا دیا جائے۔ وہ مجھ سے معافی مانگنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اُسے میرا فون نمبر بھی بتا دیا تھا۔ آفیسر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ان سے ملنا پسند کرونگی، میں بھلا کیسے انکار کرسکتی تھی۔ چلی گئی۔ ڈیڈی بہت زیادہ بیمار تھے اور ان کا سینہ کسی لوہار کی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ ہم دونوں اس جگہ تنہا تھے۔ ڈیڈی نے مجھے وہ کہانی سنائی جس کی بناء پر ڈریگی انہیں بلیک میل کرتا رہا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ جوانی میں وہ بہت زیادہ دولت مند تھے اور ڈریگی ان کے دوستوں میں سے تھا۔ ایک بُری عورت سے دونوں کی دوستی تھی لیکن ڈریگی یہ نہیں جانتا تھا کہ ڈیڈی بھی اس عورت کے دوست ہیں۔ ڈیڈی بھی عورتوں کے چکر میں رہتے تھے لیکن بہت محتاط آدمی تھے۔ اپنے گناہوں کو منظر عام پر لانا پسند نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا شاید ہی کسی کو علم رہا ہو کہ ڈیڈی بھی اس عورت کے دوستوں میں سے ہیں۔ اچھا ڈیڈی کو بھی اس وقت تک علم نہیں تھا کہ ڈریگی بھی اس عورت سے تعلقات رکھتا ہے۔ اچانک ایک رات اس عورت نے ڈیڈی کو فون کیا کہ وہ فوراً اس کے گھر پر پہنچ جائیں۔ ایک ضروری کام ہے۔ کال بارہ بجے رات کو آئی تھی۔ ڈیڈی فوراً روانہ ہو گئے۔ خلاف معمول انہیں صدر دروازہ کھلا ہوا ملا۔ وہ اندر چلے گئے۔ گھر ویران پڑا تھا لیکن اس عورت کی خواب گاہ میں روشنی تھی۔ ڈیڈی

سیدھے وہیں چلے گئے۔ لیکن انہوں نے بستر پر اس عورت کی لاش دیکھی۔ اس کے سینے سے خون ابل رہا تھا اور قریب ہی فرش پر پستول پڑا تھا۔ ڈیڈی گھبرا گئے۔ عورت مر چکی تھی اور وہ اس لاش کے قریب تنہا تھے۔ انہوں نے سوچا کہ انہیں الٹے پاؤں واپس جانا چاہئے لیکن اس سے پہلے ہی ڈریگی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے لاش سے زیادہ وہاں ڈیڈی کی موجودگی پر حیرت ظاہر کی اور اس نے ان پر اس عورت کے قتل کا الزام لگایا۔ پھر فوراً ہی ڈیڈی سے اپنی اس غلط فہمی کی معافی بھی مانگ لی اور پھر ان دونوں ہی نے مل کر خیالی گھوڑے دوڑانے شروع کئے کہ اسے کس نے قتل کیا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ڈیڈی سے وہ پستول اٹھانے کو کہا جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ ڈیڈی نے بے خیالی میں پستول اٹھالیا لیکن پھر ڈریگی جلدی سے بولا۔ ارے نہیں اسے وہیں پڑا رہنے دو اور اب جلدی سے بھاگو۔ ورنہ کہیں ہم ہی کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔ پھر وہ وہاں سے چلے آئے۔ دوسرے دن اس قتل کے سلسلے میں تفتیش شروع ہوگئی لیکن دونوں ہی نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ ڈیڈی نے تو کہا تھا کہ چل کر پولیس کو اطلاع دے دیں ظاہر ہے کہ اُسے ہم نے قتل نہیں کیا۔ اس پر ڈریگی نے کہا کہ تم پولیس والوں کو نہیں جانتے۔ کوئی نہ ملے گا تو وہ ہم ہی میں سے کسی ایک کو پھانسی دلوادیں گے۔ ڈیڈی سہم گئے اور انہوں نے خاموشی اختیار کرلی۔ تفتیش ہوتی رہی لیکن چھ ماہ تک قاتل کا سراغ نہ مل سکا۔ چونکہ ڈریگی اس سے علانیہ ملتا جلتا تھا اسلئے اس سے بھی پوچھ گچھ ہوئی تھی۔ لیکن اس پر قتل کا شبہ نہیں کیا جاسکا کیونکہ وہ قتل سے تین دن پہلے سے چار دن بعد تک قائم آباد کے ایک ہسپتال میں بیمار پڑا رہا تھا۔"

''اوہ'' نادر نے ایک طویل سانس لی اور سلویا کہتی رہی۔ ''غالباً اس نے پہلے ہی سے اس کا انتظام کرلیا تھا۔ لہٰذا پولیس قائم آباد کے اس ہسپتال سے تصدیق کرنے کے بعد اس کی طرف سے مطمئن ہوگئی تھی۔ ڈیڈی سے پوچھ گچھ بھی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ مقتول سے ان کے بھی تعلقات تھے۔ گو قتل والی رات کو ڈریگی نے انہیں جائے واردات ہی پر دیکھا تھا لیکن اس نے پولیس سے اس کا تذکرہ نہیں کیا مگر چھ ماہ بعد جب معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور اس سلسلے میں پولیس کی سرگرمیاں بھی ختم ہوچکی تھیں ڈریگی نے ڈیڈی سے کہا کہ وہ

ایک آدمی کو پھانسی دلوا سکتا ہے۔ اس کا صرف ایک معمولی سا اشارہ کافی ہوگا۔ ڈیڈی نے اس کی بکواس پر دھیان نہیں دیا۔ لیکن اس نے انہیں آگاہ کیا کہ پولیس کو پستول کے دستے پر ڈیڈی کی انگلیوں کے نشانات ملے تھے اگر وہ صرف اشارہ ہی کردے تو ڈیڈی فوراً گرفتار کر لئے جائیں گے کیونکہ...... فنگر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ میں انگلیوں کے نشانات محفوظ کر لئے گئے ہیں۔ ڈیڈی پستول اٹھانے والا معاملہ بھول گئے تھے۔ اس نے انہیں یاد دلایا اور ڈیڈی چکرا گئے۔ واقعی ایسے حالات میں ان پر قتل کا الزام عائد ہوسکتا تھا۔ بہر حال ڈریگی نے انہیں یقین دلایا کہ انہیں پھانسی ہوسکتی ہے۔ وہ کسی طرح بھی اپنی بیگناہی نہیں ثابت کرسکیں گے اور بس پھر وہیں سے ڈریگی نے انہیں بلیک میل کرنا شروع کردیا۔ ان کی تباہی کا باعث ڈریگی ہی بنا تھا۔ اس نے ان کی زندگی میں مایوسیاں بھر دیں اور وہ خود بھی بہت بُرے بن گئے۔ جب اُن کی دولت ختم ہوگئی تو ڈریگی نے مجھ پر بھی ہاتھ صاف کردیا۔ آہ۔ نادر خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ مجھ سے بھی زیادہ مظلوم تمہیں آج تک کوئی ملا ہے۔"

"نہیں مادام۔" نادر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن آپ کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ظالموں کے سروں پر بھی کوئی موجود ہے۔ ڈریگی اپنی تمام تر ذلالتوں سمیت عنقریب فنا ہوجائے گا۔ گردن تک دلدل میں غرق ہوچکا ہے اور اب اس کے ایک نہیں درجنوں جرائم پولیس کی نظر میں آگئے ہیں۔ لوسی پالگریو اس کی بھتیجی نہیں بلکہ داشتہ ہے۔ اس کے ذریعے وہ مالدار لوگوں کو پھانس کر ان سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھتا تھا۔ اکثر کو اس نے بلیک میل کیا ہے۔ یہی لوسی بلیک میلنگ کا بھی واحد ذریعہ تھی۔ یہ مالدار لوگوں سے قریب ہوکر ان کی کمزوریوں کو معلوم کرتی تھی اور انہیں کمزوریوں کے لئے وہ بلیک میل کئے جاتے تھے۔ اس دوران میں اس نے ملک کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار سیٹھ عاصم کے لڑکے کو پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے کم از کم تین لاکھ روپے اینٹھنے کی اسکیم تھی۔ لیکن یہ لوگ خود ہی پھنس گئے۔ لوسی نے اس سے قلمی دوستی کی تھی اور اسے یہاں بلایا تھا۔ وہ اس سے ایک لاکھ روپیہ وصول کرنے کے چکر میں تھی۔ دوسری طرف ڈریگی نے ایک فلم کمپنی کا اسٹنٹ بنایا تھا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ سیٹھ عاصم کے

لڑکے کو پھانسا جائے۔ وہ دراصل عورتوں کا شائق ہے۔ فلم کمپنی کے چکر میں بھی اس کا پھنس جانا یقینی تھا۔ مگر اس کے بعض دوستوں نے ڈریگی کی اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ وہ آدمی بھی گرفتار کرلیا گیا ہے، جو خود کو فلم ڈائریکٹر ظاہر کرکے اس سے دولاکھ اینٹھنے کی فکر میں تھا۔"

"اب مجھے بتاؤ۔ میں کیا کروں۔"

"اوہ تو کیا آپ ڈریگی کے لئے بھی مغموم ہیں۔"

"ذرہ برابر نہیں۔ میں تو اپنے مظلوم باپ کے متعلق سوچ رہی ہوں۔"

"دیکھئے مادام۔ ابھی آپ کو کئی الجھنوں سے دوچار ہونا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کچھ دیر بعد یہاں بھی پولیس پہنچ جائے گی۔ شائد عمارت کی بھی تلاشی لی جائے آپ سے بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ ڈریگی کے ہاتھ بہت آلودہ تھے۔ کاٹن ڈیل نام کی فرم بھی فراڈ تھی۔ روئی کا کاروبار حقیقتاً برائے نام تھا۔ اس سے اتنی آمدنی نہیں ہوتی تھی کہ فرم کے اخراجات ہی پورے ہوسکتے۔ حقیقتاً روئی کی آڑ میں منشیات کی غیر قانونی تجارت ہوتی تھی۔ ڈریگی خود کو اس کا منیجر ظاہر کرتا تھا۔ لیکن حقیقتاً وہی اس کاروبار کا مالک تھا۔ شرکا فرضی تھے۔ پولیس نے حیرت انگیز طور پر تیزی دکھائی ہے۔ بہت جلد ڈریگی کے بزنس کی تہہ تک پہنچ گئی اور میں تو خود اس وقت یہ کہنے آیا تھا کہ مادام میں کچھ دنوں کے لئے آپ سے اجازت طلب کروں۔"

"کیسی اجازت۔"

"کچھ دن۔ میں اس بنگلے سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ان حالات میں یہاں میری موجودگی مناسب نہیں ہے۔ میں بھی تو آخر ایک بدنام ہی آدمی ہوں۔ پولیس مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی طرح آپ سے ملتا رہوں گا۔ اب میں دراصل اس آدمی کی راہ پر ہوں جس کی وجہ سے آپ کے والد کو حوالات میں جان دینی پڑی تھی۔ جس نے ڈریگی کو ڈرانے کے لئے آپ دونوں کو استعمال کرنا چاہا تھا۔"

"جاؤ۔" سلویا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "لیکن یہ نہ بھولنا کہ اب میں بالکل بے سہارا ہوں۔"

"میں آخری سانس تک آپ کے کام آنے کی کوشش کروں گا مادام۔ آپ دیکھ ہی لیں

گی۔ اچھا اب اجازت دیجئے۔" سلویا کچھ نہ بولی۔

بُری جگہ

حمید قاسم کے سلسلے میں اپنا پورا کام کر چکا تھا۔ لیکن قاسم پر یہ ظاہر کئے بغیر کہ وہ حمید ہے چونکہ ڈریگی کے پکڑے جانے سے پہلے ہی وہ قاسم کا ساتھ چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اس لئے چلتے چلاتے اس نے قاسم کی کھوپڑی پر ایک ہاتھ جھاڑ کر اُسے ملیریا کے مچھر کی بشارت دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ قاسم اس حرکت پر اسے کچا چبانے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اس نے اس طرح معاملات کو کچھ اور زیادہ الجھا دیا تھا۔

اور اب وہ نصیر آباد کے ایک دوسرے ہوٹل میں فروکش تھا۔ میک اپ میں بھی اس نے کچھ ایسی تبدیلیاں کر لی تھیں کہ قاسم کے سیکریٹری کی حیثیت سے نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔

مگر کیا اس کا کام ختم ہو گیا تھا۔

کام ختم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ کیونکہ فریدی بھی نصیر آباد ہی میں کہیں مقیم تھا اور حمید نے اب تک جو کچھ کیا تھا فریدی ہی کی اسکیم کے مطابق کیا تھا۔ مگر اس میں وہ چپت شامل نہیں تھی جو اس نے قاسم کو ملیریا کے مچھر کے دستبرد سے بچانے کے لئے اس کی کھوپڑی پر رسید کی تھی۔ پھر وہ حمید ہی ٹھہرا۔ کیا بالکل ہی لکیر کا فقیر ہو جاتا۔

ویسے اُسے فون پر فریدی کی طرف سے ہدایات ملتی رہتی تھیں اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ فریدی کا قیام کہاں ہے۔ اس نے اُسے ہوٹل اور اپنے نام کی تبدیلی کی اطلاع دے دی تھی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ گرینڈ سے کھسک جانے کا مشورہ بھی فریدی ہی نے دیا تھا اور اس کی غرض و غایت بھی سمجھا دی تھی۔ اس نے اُسے میک اپ میں تبدیلی کے ساتھ اِٹالیانو میں قیام کرنے کی رائے دی تھی۔

ہوٹل اٹالیانو کے رجسٹر میں اس نے اپنا نام ساجد لکھوایا تھا۔

دن ڈوبتے ہی فریدی کی کال آئی۔ اس نے اُسے ریجنٹ پارک پہنچنے کی ہدایات دی تھی اور کہا تھا کہ وہ ٹھیک آٹھ بجے کیفے وکٹوریا کے صدر دروازے پر نظر رکھے۔ وہاں سے اُسے رام گڈھ کے نادر کا تعاقب کرنا ہے۔

حمید اب کچھ اکتا سا گیا تھا۔ کیونکہ ابھی تک اس کی خواہش نہیں پوری ہوئی تھی۔ یعنی جس کام کے لئے نصیر آباد آیا تھا وہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ درمیان میں قاسم کا قصہ نکل آیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ایک قطعی غیر متعلق کام تھا۔ پھر بھی اُسے خوشی تھی کہ اس نے قاسم کو بال بال بچا لیا۔ ورنہ وہ کم از کم تین لاکھ کے دھکے میں ضرور ہی آجاتا۔

قاسم کو وقتی طور پر حراست میں لیا گیا تھا مگر پھر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ویسے ڈریگی اور اس کے دو ساتھی اب بھی حراست میں تھے جن پر منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے یا کرنے والوں کا ہاتھ بٹانے کا الزام تھا۔ ڈریگی پر کئی چارج لگائے گئے تھے۔ فی الحال عدالت سے بھی اس کی ضمانت ہو جانے کے امکانات نہیں تھے۔

حمید کو جب یہ معلوم ہوا کہ لوسی ڈریگی کی بھتیجی نہیں بلکہ داشتہ تھی تو نہ جانے کیوں اُسے بے حد افسوس ہوا۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔ آتی بھی کیسے۔ بہت کم لوگ اپنے ذہن کی گرہیں ٹٹول پاتے ہیں۔

تقریباً آٹھ بجے وہ کیفے وکٹوریہ کے صدر دروازے کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے نادر کو وہاں سے برآمد ہوتے دیکھا، جو سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا اور کوئی بے حد شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ تعاقب حمید کے لئے بے حد ناخوشگوار ثابت ہوتا تھا۔ بشرطیکہ معاملہ کسی لڑکی کا نہ ہو۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک بار فریدی کی ہدایت پر نادر کا تعاقب کر چکا تھا اور آخیر میں اُسے سلویا کی دلکش شخصیت نظر آئی تھی آج بھی وہ اسی توقع پر اس کے پیچھے چل پڑا تھا کہ آج بھی سلویا نظر آئے گی اور آج وہ اس تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

لیکن آج نادر اس بنگلے کی طرف نہیں گیا جہاں اس کا قیام تھا۔ وہ ایک دوسری عمارت

کے سامنے رکا تھا اور غالباً اندر جانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لیکن حمید کو اسی عمارت کی ایک کھڑکی میں ایک دلکش چہرہ دکھائی دیا اور یہ چہرہ سلویا کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہوسکتا تھا۔

نادر اس عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گیا جہاں کچھ دن پہلے اس نے ٹویوڈا کے عجائبات دیکھے تھے۔ اسے عمارت نہیں کہا جاسکتا تھا۔ لیکن وہ آج آزمائشی طور پر خود ہی اس عمارت میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

اچانک اس کی نظر ایک کھڑکی پر پڑی۔ وہ سناٹے میں آ گیا۔ کھڑکی روشن تھی اور وہ اندھیرے میں کھڑا تھا۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ سلویا کی نظر اس پر نہ پڑی ہو لیکن نادر نے اُسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا اور اسے حیرت تھی کہ وہ وہاں کیسے پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار بھی نہیں تھے کہ نادر ٹویوڈا کی زبردستیوں کے متعلق کچھ سوچتا۔

وہ آج صبح ہی سلویا کو محتاط رہنے کی ہدایت دے کر بنگلے سے چلا آیا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ اب وہ بنگلے سے دور ہی دور رہے گا۔ اس کی وجہ بھی اس نے سلویا کو بتا دی تھی.....تو کیا سلویا اب تک اسے دھوکہ دیتی رہی تھی۔ مگر اس نے تو اس کے اس بیان کی تصدیق بھی کر لی تھی کہ اس کا باپ جیل میں فوت ہوگیا ہے۔ پھر آخر سلویا یہاں کیسے.....نادر وہیں کھڑا رہا اور اس کی الجھن بڑھتی رہی۔ ساتھ ہی اُسے سلویا پر بے حد غصہ بھی تھا۔ وہ اب کھڑکی سے ہٹ چکی تھی۔ کھڑکی بند ہوچکی تھی مگر اس کے دھندلے شیشوں پر اس کا سایہ سا نظر آ رہا تھا۔

نادر کا غصہ بڑھتا رہا اور اس نے تہیہ کرلیا کہ خواہ کچھ ہو جائے اس عورت کا گلا خود گھونٹ دے گا۔ وہ ٹویوڈا کی ساتھی تھی اور نادر کو دھوکہ دے کر ڈریگی کے گرد کسی قسم کا جال بنتی رہی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بوڑھا جسے اس نے اپنا باپ ظاہر کیا تھا ٹویوڈا ہی کا کوئی مظلوم شکار رہا ہو اور

اسے کسی مقصد کے لئے اس طرح استعمال کیا گیا ہو کہ وہ پولیس کے قبضے میں آجانے کے باوجود بھی زبان نہ کھول سکا ہو۔ نادر کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور سارے جسم میں گرم گرم لہریں سی دوڑتی محسوس ہونے لگیں۔

اس نے آگے بڑھ کر کال بل کا بٹن دبایا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔

دروازہ کھولنے والا بھی اس کے اس طرح داخل ہو جانے پر غیر مطمئن نہیں تھا۔ نادر نے اُسے فوراً ہی محسوس کر لیا۔ لیکن کسی قسم کی کمزوری ظاہر کئے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ دفعتاً اُس آدمی نے دروازہ بند کر کے اُسے مخاطب کیا۔

''اس طرح بھٹکتے پھریں گے۔ مجھے بتایئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔''

نادر رک گیا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''مجھے ٹویوڈا کے پاس پہنچا دو۔''

''ٹویوڈا۔'' وہ آدمی متحیر رہ گیا۔ ''یہ ٹویوڈا کون ہے۔ محترم آپ نشے میں تو نہیں ہیں۔''

دفعتاً نادر سنبھل گیا۔ اس سے غلطی ہوئی تھی، اس نے آہستہ سے کہا۔ ''میں اس عمارت کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ..... تو اس طرف تشریف لایئے۔ مالک نہیں بلکہ مالکہ کہیے۔ کیا آپ پہلی بار تشریف لائے ہیں۔''

''نہیں دوسری بار۔ مگر مجھے پہلے نہیں بتایا گیا تھا کہ یہاں کوئی مالکہ بھی ہے۔''

''تب پھر آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور آپ غلطی سے کہیں اور چلے آئے ہیں۔''

''کیا یہ وہی عمارت نہیں ہے جہاں میں نے ہڈیوں کے بارہ ڈھانچے دیکھے تھے۔''

''آہا۔ یقیناً آپ تشریف لائے ہوں گے۔ آپ کوئی فلسفی ادیب معلوم ہوتے ہیں۔ بلاشبہ بارہ ایسی لڑکیوں کو ہڈیوں کے ڈھانچے کہنا ایک نادر خیال ہے جو عصمت فروشی کرتی ہیں۔ آپ جیسے نہ جانے کتنے ادیب اور شاعر یہاں آتے ہیں۔ جسموں کا سودا ہی کرنے آتے ہیں لیکن پھر شراب پی کر بہکتے ہیں اور اسی قسم کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے۔

معاشرے کا ناسور۔ سماج کا گندا پھوڑا اور نہ جانے کیا کیا اور پھر آپ جانتے ہی ہیں اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ وہ سارے عظیم ادباء وشعراء وہ سارا زہر خود پی کر پوری سوسائٹی کو بچا لیتے ہیں۔ چلئے جناب..... آپ شاید پہلی ہی بار تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اس عمارت کے متعلق دوسروں سے کچھ سن لیا ہوگا چلئے مسز وارنز آپ سے مل کر بے حد خوش ہوں گی۔ وہ اپنی چھت کے نیچے شریف تعلیم یافتہ اور اعلیٰ خاندان کے افراد کو دیکھنا پسند کرتی ہیں۔ چلئے جناب۔''

نادر نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہوگیا۔ وہ اس آدمی کے ساتھ بائیں جانب والی راہداری میں مڑ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک معمر یوریشین عورت نے اس کا استقبال کیا۔

نادر الجھن میں تھا کہ اب کس چکر میں آ پھنسا ہے۔

''تشریف رکھئے جناب۔'' اس عورت نے کہا۔ ''مجھے مسز وارنز کہتے ہیں۔ آپ شاید پہلی بار یہاں تشریف لائے ہیں۔''

''نہیں نہیں۔ پہلی بار تو نہیں۔'' نادر بیٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''لیکن شاید پہلے کوئی اور لوگ رہتے تھے۔''

''یہاں میں ہی رہتی ہوں محترم اور یہ مسز وارنز کا بورڈنگ کہلاتا ہے۔ اگر آپ دن بھر کی تھکن اور الجھنوں اکتائے ہوئے ہوں تو یہاں آرام کر سکتے ہیں۔ ہر قسم کی آسائشیں معقول معاوضہ پر مہیا کی جاتی ہیں۔''

''آپ کب سے یہاں ہیں۔''

''وارنز کا بورڈنگ تقریباً پانچ سال سے قائم ہے جناب۔''

''اوہ..... اچھا..... ہاں میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں غلطی سے یہاں آ گیا ہوں۔ شاید تین سال بعد نصیر آباد آیا ہوں۔''

عورت نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور دو یا تین منٹ بعد ہی چھ لڑکیاں کمرے میں

گھس آئیں۔ یہ سب جوان اور دلکش تھیں ان میں یوریشین بھی تھیں اور مشرقی بھی۔

''ان میں سے کسی کو پسند کر لیجیے۔'' بوڑھی نے کہا۔

''ان میں سے تو کوئی بھی پسند نہیں آئی۔'' نادر نے مسکرا کر کہا۔

''میرے پاس فی الحال بارہ لڑکیاں ہیں ان میں سے چھ اس وقت تک انگیج ہو چکی ہیں۔ آہا..... ٹھہریئے..... ایک تیرھویں بھی ہے۔ اُسے بلواتی ہوں یا آپ خود ہی اُس راہداری کے آخری کمرے میں چلے جایئے۔ وہ وہیں ہوگی۔ آج ہی آئی ہے۔ ہوسکتا ہے ابھی آسانی سے راہ پر نہ آئے۔ مگر میں یہ کام آپ کی لیاقت پر چھوڑتی ہوں۔''

نادر نے سوچا کہیں وہ تیرھویں عورت سلویا ہی نہ ہو۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اچھی بات ہے۔ میں دیکھے لیتا ہوں اگر وہ بھی معیار کے مطابق نہ ہوئی تو میں پھر انہیں میں سے کسی کو منتخب کروں گا۔''

''بہتر ہے تشریف لے جایئے جناب۔''

''نادر اٹھ کر راہداری میں آ گیا۔ وہ لڑکیاں اس طرح بڑبڑانے لگی تھیں جیسے انہیں نادر کے رویے سے تکلیف پہنچی ہو۔ نادر راہداری کے سرے پر رک گیا۔ آخری کمرہ روشن تھا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ نادر نے آہستہ سے دستک دی۔ دروازہ کھل گیا اور سلویا ہی نے اُسے کھولا تھا۔

''اوہ..... نادر کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ لیکن نادر بڑی حقارت سے اُسے ایک طرف دھکا دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوگیا۔

''ہاں..... کیا قیمت ہے تمہاری۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''یہ میری شرافت کے تابوت میں آخری کیل تھی۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم۔'' سلویا نے حیرت سے کہا۔ ''میں نہیں سمجھی۔''

''مجھے اب زیادہ بیوقوف نہ بناؤ۔''

''نادر..... خدا کے لئے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''میں بے حد پریشان ہوں۔ تم

پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے پسند آ گئی ہو اور مجھے یہاں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ رات بسر کرنے پر آمادہ کروں۔"

"نادر اب تم بھی مجھے بے سہارا سمجھ کر۔" سلویا نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔

"یہاں تمہاری موجودگی کا مطلب کیا ہے۔" نادر نے گرج کر پوچھا اور وہ یک بیک اچھل پڑی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ اس نے دھیرے سے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم مجھ سے یہ پوچھ رہے ہو۔"

"کیوں..... پھر کس سے پوچھوں۔ کیا میں تمہیں لایا تھا۔"

"نادر صاف صاف کہو۔" وہ یک بیک جھلا گئی۔ "کیا ہے تمہارے دل میں۔ تم نہیں لائے تو میں خود آئی ہوں۔ کیا تم نے مجھے یہاں نہیں بلوایا تھا۔"

"میں نے۔" نادر نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا۔

"میں نہیں جانتی۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "تمہارے جانے کے آدھے گھنٹے بعد ایک بوڑھی عورت وہاں پہنچی تھی اور مجھے بتایا تھا کہ میں خطرے میں ہوں۔ لہٰذا نادر مجھے ایک محفوظ مقام پر پہنچا دینا چاہتا ہے۔ نادر کا نام سن کر مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ میں اس کے ساتھ یہاں چلی آئی۔"

"تم غلط بیانی سے تو کام نہیں لے رہیں۔"

"نادر خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو۔ ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ لوں گی۔"

نادر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ وہ سؤر کا بچہ مجھے پاگل ہو جانے پر مجبور کر دے گا۔"

"کون؟"

"کوئی نہیں۔ تم نہیں سمجھ سکتیں۔ خیر میں اُسے دیکھوں گا۔"

"تم اُسے نہیں دیکھ سکو گے۔" دروازے سے آواز آئی۔ نادر چونک کر مڑا۔ ایک نقاب

پوش دروازے میں کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ نادر کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اچانک اس کی داہنی جیب سے ایک شعلہ نکلا اور نقاب پوش چیخ مار کر راہداری میں ڈھیر ہوگیا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ جیب کے سوراخ سے ریوالور کی نال جھانک رہی تھی۔

''یہ تم نے کیا کیا۔'' سلویا کپکپاتی ہوئی آواز میں چیخی۔

''اس عمارت میں ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم کمرہ اندر سے بند کرلو۔ کسی حال میں بھی نہ کھولنا..... چلو جلدی کرو۔'' نادر نے کہا اور باہر نکل گیا۔ اس نے خود ہی کھینچ کر دروازہ بند کیا تھا اور پھر شاید سلویا نے اندر سے چٹخنی چڑھادی۔

مسز وارنر

حمید فائر کی آواز سن کر اس عمارت میں نہیں داخل ہوا بلکہ اس نے سڑک پر ہی اس عمارت کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں اور اُسے بھی یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ مسز وارنر کا بورڈنگ ہاؤس ہے اور وہاں بڑی خوبصورت لڑکیاں پائی جاتی ہیں۔ مردوں کا قیام بھی رہتا ہے۔ اکثر طلباء کالج کے ہاسٹل چھوڑ کر یہیں چلے آتے ہیں۔ لیکن صرف مالدار طلباء کیونکہ یہاں کے اخراجات کا بار عام آدمی کا تصور بھی نہیں اٹھا سکتا۔

حمید نے کال بل کا بٹن دبایا۔ دروازہ پھر کھلا اور ایک آدمی نے اُسے خوش آمدید کہی۔

''میں مسز وارنر سے ملنا چاہتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''تشریف لے چلئے جناب۔'' اس آدمی نے جواب دیا۔

پھر حمید کو بھی اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں کچھ دیر پہلے نادر اس بوڑھی عورت سے ملا تھا۔ یہاں ابھی وہ لڑکیاں بھی موجود تھیں جو نادر کے لئے بلوائی گئی تھیں۔ حمید کی طبیعت خوش ہوگئی اور وہ سوچنے لگا کہ وقت اچھا گذرے گا۔ رہا فریدی کا معاملہ تو اس نے اس سے نادر کا

تعاقب کرنے کو کہا تھا۔ وضاحت نہیں کی تھی کہ اگر وہ کسی عمارت میں داخل ہو تو حمید کو کیا کرنا ہوگا۔ بس وہ تعاقب کرتا ہوا عمارت ہی میں داخل ہوگیا اور اب نادر بھاڑ میں جائے۔ وہ بھی کسی کمرے میں چین کی بنسی بجا رہا ہوگا۔

''میں مستقل طور پر ایک کمرہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے مسز وارنر سے کہا۔ ''ایک مقامی کالج کا طالب علم ہوں۔ ہاسٹل میں مجھے ڈبل بیڈ والا کمرہ ملا تھا جو مجھے قطعی پسند نہیں۔

مسز وارنر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ حمید فائر کی آواز سن کر اچھل پڑا اور ساتھ ہی اس نے کسی کی چیخ بھی سنی۔ مسز وارنر بھی بوکھلا کر اٹھی اور لڑکیاں چیخنے لگیں۔

''خاموش رہو۔'' مسز وارنر نے انہیں ڈانٹا۔ اتنی دیر میں حمید دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ اُسے راہداری کے سرے پر نادر نظر آیا جو بائیں ہاتھ سے ایک کمرے کا دروازہ بند کر رہا تھا۔ داہنے ہاتھ میں ریوالور لئے ہوئے تھا۔ اس کے قریب ہی فرش پر ایک آدمی پڑا ہوا نظر آیا۔

حمید پر نظر پڑتے ہی نادر نے اس پر بھی ایک فائر جھونک دیا۔ حمید بال بال بچا۔ ورنہ اس کی کھوپڑی بھی صاف ہوگئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا۔

''کون ہے کیا بات ہے۔'' مسز وارنر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ایک آدمی فائر کر رہا ہے۔'' حمید نے دروازے کی چٹخنی چڑھاتے ہوئے کہا۔

''اس نے ایک آدمی کو ختم بھی کر دیا ہے۔''

''ارے۔'' مسز وارنر کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ ''کیا وہ سیاہ سوٹ میں تھا۔ راہداری کے سرے پر۔''

''ہاں وہی تھا۔ کیا وہ پاگل ہوگیا ہے۔''

مسز وارنر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کوئی دروازہ پیٹنے لگا۔ ساتھ ہی حمید نے نادر کی آواز سنی، جو کہہ رہا تھا۔ ''دروازہ کھولو۔ میں ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ سؤر کی بچیو..... مجھے بتاؤ کہ وہ مردود ٹویوڈا کہاں ہے۔ ورنہ میں اس عمارت میں آگ لگا دوں گا اور تم سب خاک کا ڈھیر ہوجاؤ گے۔

''کیپٹن حمید کہا تھا اس نے.....اوہ کہیں آپ کرنل فریدی کے ساتھی تو نہیں ہیں۔''

''فرض کرو ہوں بھی تو اب کیا ہوسکتا ہے۔ وہ باہر سے دروازہ مقفل کر گیا ہے اور اب عمارت کے کسی گوشے میں آگ لگا رہا ہوگا۔''

''ہم اس سے پہلے ہی نکلیں گے اور اب میں اُسے بتاؤں گی کہ وہ کتنا چالاک ہے۔ سؤر کے بچے نے میری خدمات بھی نظر انداز کر دیں۔''

''کیسے بتاؤ گی۔ کیا باہر نکلنے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے۔''

''کیوں نہیں۔ اس عمارت کو وہ مجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس دروازے میں دوہرا قفل ہے۔ میں اُسے اندر سے بھی کھول سکوں گی۔''

اس نے میز کی درازیں کھول ڈالیں اور ان میں کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ آخر ایک پرکار نکالا اور اس کے نکیلے حصے کو قفل کے سوراخ میں ڈال کر زور لگانے لگی۔ پھر حمید کی باچھیں تو اس وقت کھلیں جب دروازہ کھل گیا۔

مسز وارنر لڑکیوں سے کہہ رہی تھی۔ ''جاؤ۔ تم لوگ یہاں سے جلدی نکلو۔ تم یہ رات کسی نائٹ کلب میں گذار سکتی ہو۔ اسکے بعد میں تم لوگوں کیلئے کچھ سوچوں گی۔ ارے جلدی کرو۔''

لڑکیاں دوڑتی ہوئی صدر دروازے کی طرف چلی گئیں۔

''اب ہمیں یہاں وقت نہیں برباد کرنا چاہئے۔ آؤ میرے ساتھ آج اس کتے کے پلے کی موت آ گئی ہے۔ اگر اس نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا ہوتا تو شاید کچھ دن زندہ بھی رہ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اس عمارت کے پچھلے حصے میں آگ لگا دی گئی ہے۔ اوہو.....تم بہت آہستہ چل رہے ہو۔ جلدی قدم بڑھاؤ۔ وہ ٹو یوڈا ہے۔''

وہ عمارت سے باہر نکل آئے اور تیزی سے سڑک کی طرف بڑھے۔ مسز وارنر نے ہاتھ اٹھا کر ایک ٹیکسی رکوائی۔

''چلو بیٹھو۔ تم بہت ست ہو۔'' وہ حمید کو پچھلی نشست کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی اور خود بھی اس کے برابر بیٹھتی ہوئی ڈرائیور سے بولی۔ ''گرینچ روڈ۔''

ٹیکسی چل پڑی۔ حمید خاموش تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ ''تم مجھے کہاں لے جارہی ہو۔''

''اسی گیدڑ کے غار کی طرف۔ میرے علاوہ شاید ہی کوئی اس کے ٹھکانے سے واقف ہو۔''

حمید بے اختیار خوش ہوگیا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مسز وارنر بولی۔ ''وہ وہاں تنہا ہوگا۔ اپنے اصل ٹھکانے پر وہ تنہا ہی ہوتا ہے۔''

اب تو حمید کی کھوپڑی آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ اس نے سوچا کہ فریدی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی اور وہ ٹویوڈا کو مار لے گا۔ اس طرح پچھلی حماقتوں کے داغ دھل سکیں گے۔ ٹویوڈا انتہائی آسانی سے ہاتھ آجائے گا۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی ہے۔ کوئی نافوق الفطرت ہستی نہیں۔

مسز وارنر خاموش ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی گرینج روڈ پر پہنچ گئی۔ مسز وارنر نے ایک جگہ ڈرائیور سے روکنے کو کہا۔

یہ ایک مختصر سی عمارت تھی جس کے سامنے ٹیکسی رکی تھی۔ حمید سمجھا شائد اسی عمارت میں جانا ہوگا مگر مسز وارنر ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے ایک طرف پیدل چلنے لگی۔

''وہ بہت چالاک ہے۔'' مسز وارنر نے کہا۔ ''اسلئے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ آخر مسز وارنر ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ چاروں طرف سناٹا تھا اور عمارت بھی تاریک پڑی تھی۔

''ہم اپنے جوتے اتارلیں تو بہتر ہے۔'' مسز وارنر نے آہستہ سے کہا۔ وہ گلاب کی اونچی اونچی جھاڑیوں کے قریب رک گئے تھے۔

''مگر کیا یہ ضروری ہے کہ وہ عمارت میں موجود ہی ہو۔'' حمید نے کہا۔

''اگر نہ ہوا تو ہمیں اور بھی آسانی ہوجائے گی اور ہم اُسے غفلت میں مارسکیں گے۔ ویسے وہ واپس یہیں آئے گا۔ یہیں رات بسر کرے گا۔ تنہا ہوگا۔ ہم کہیں چھپ رہیں گے۔ عمارت تاریک پڑی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ابھی وہ واپس نہیں آیا۔ جوتے اتارلو۔''

حمید نے جوتے اتار کر جیب میں ٹھونس لئے۔ مسز وارنر نے بھی اپنے جوتے اتار کر ہاتھ میں لٹکا لئے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ برآمدے میں تھے۔ مسز وارنر آگے تھی۔ حمید اندازہ نہیں کرسکا کہ اس نے دروازہ کیسے کھول لیا تھا۔

وہ دونوں دبے پاؤں اندر داخل ہوئے۔ شاید مسز وارنر دروازہ بند کرنے کے لئے رکی تھی۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ مسز وارنر کی چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی میں حمید ایک ایک کمرہ دیکھتا پھر رہا تھا۔

پھر وہ ایک ایسے کمرے میں آئے جسے خواب گاہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ یہاں ایک بڑی مسہری تھی جس پر بہت پرتکلف بستر نظر آرہا تھا اور چادر فرش پر لوٹ رہی تھی۔

''چھپنے کے لئے یہ بہترین جگہ ہے۔'' مسز وارنر نے کہا۔

''کیا مطلب.....!''

''بس اسی مسہری کے نیچے گھس چلو۔'' مسز وارنر نے تجویز پیش کی۔

''اس سے کیا ہوگا۔''

''یقین نہیں آتا کہ کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہو۔'' مسز وارنر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ارے اسی مسہری پر تو وہ سوئے گا۔ بس پھر مالک ہم ہوں گے۔''

اس نے مغرورانہ انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی۔

ٹویوڈا کا انجام

کچھ دیر بعد دونوں مسہری کے نیچے پڑے ہوئے تھے اور خواب گاہ میں بالکل اندھیرا تھا۔

حمید نے مضبوطی سے پستول کا دستہ پکڑ رکھا تھا۔

پندرہ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور حمید کچھ تھوڑا سراسیمہ ضرور ہوگیا۔ شاید ٹویوڈا کئی آدمیوں کے ساتھ آیا تھا۔

حمید نے دوسرے ہی لمحے ٹارچ کی روشنی محسوس کی۔اس کے بعد قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔

''چلو آؤ۔'' مسز وارنر نے آہستہ سے کہا۔''اس کی پرواہ نہ کرو کہ اس کے ساتھ کئی آدمی ہیں۔ بس تم نہایت اطمینان سے فائرنگ شروع کردینا۔ وہ عموماً بلٹ پروف پہنے رہتا ہے۔ لیکن اب وہ کچھ دیر بعد آرام کرنے کے لئے یہاں واپس آئے گا۔ اس وقت اس کے جسم پر بلٹ پروف نہ ہوں گے۔''

وہ دونوں مسہری کے نیچے سے نکل آئے۔

مسز وارنر اُسے ایک سمت لے جارہی تھی۔ بڑے کمرے میں انہیں روشنی نظر آئی اور حمید نے پستول سنبھال لیا۔

اندر تین آدمی موجود تھے اور ان کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

''کرو فائر۔'' مسز وارنر نے آہستہ سے کہا اور حمید نے جھونک مارا.....لیکن اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا اس لئے گولی کسی کے بھی نہ لگی اور وہ اچھل کر ادھر اُدھر ہوگئے۔ پھر حمید کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی کیونکہ اس نے کرنل فریدی اور اس کے دو نقاب پوش ساتھیوں پر فائر کیا تھا۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' فریدی غرایا۔

''مم..... میں سمجھا ٹویوڈا۔ مگر آپ کہاں۔'' حمید نے ہکلا کر کہا۔

''میں بھی ٹویوڈا ہی کی تلاش میں آیا ہوں۔ اور مسز وارنر میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے یہاں تک رہنمائی کی۔ مگر ٹویوڈا کہاں ہے۔''

''یہ کون ہے۔'' مسز وارنر نے پوچھا۔

''کرنل فریدی۔''

''اوہ۔'' مسز وارنر بے حد خوش ہوکر بولی۔''کرنل تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔''

''مجھے معلوم ہوا تھا کہ ٹویوڈا کی صحیح قیام گاہ سے صرف تم ہی واقف ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''اور تمہیں غلط اطلاع نہیں ملی تھی۔'' مسز وارنر مسکرائی۔ ''اسی لئے تم نے مجھے ٹویوڈا کے خلاف غصہ دلا کر ٹویوڈا کی قیام گاہ تک پہنچنے کی اسکیم بنائی تھی۔ تم نے کیپٹن حمید کو اسی لئے عمارت میں بھیجا تھا کہ وہ وہاں آ کر کچھ شروع کرے اور تم ٹویوڈا کا بھیس بدل کر آ پہنچو۔ پھر مجھے اور اسے کسی ایک کمرے میں بند کر کے ایسی باتیں کرو کہ مجھے ٹویوڈا پر غصہ آ جائے۔ تم جو کچھ بھی چاہتے تھے میں نے وہی کیا۔ مجھے ٹویوڈا پر غصہ آیا اور اب میں تمہارے اسسٹنٹ کو یہاں لائی ہوں۔ ظاہر ہے کہ تم ہم دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔ لہٰذا اب ٹویوڈا کو تلاش کر لو۔''

''میں ٹویوڈا ہوں۔'' دفعتاً مسز وارنر کی آواز بدل گئی۔

''میں جانتا ہوں جاپانی ہیجڑے۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔

اور پھر یک بیک مسز وارنر یا ٹویوڈا کے ساتھ بھی وہی برتاؤ ہوا۔

نادر دبے پاؤں اس کی پشت والے کمرے سے اندر داخل ہوا تھا اور ٹویوڈا کی کمر پر اس زور کی لات رسید کی تھی کہ وہ اچھل کر کمرے کے وسط میں جا پڑا تھا۔ پھر اس نے اُسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر ہی اس پر چھلانگ لگا دی۔ سب سے پہلے اس نے پستول پر ہاتھ مارا مگر اس پر ٹویوڈا کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ دو تین فائر ہو گئے اور کمرے کے کچھ گلدان اور کھڑکیوں کے شیشے ضائع ہوئے۔

لیکن نادر نے اس سے پستول چھین ہی لیا اور اب وہ دونوں دو وحشیوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ جو مجرم بہت زیادہ اف و گزاف کرتے ہیں انہیں ہاتھ لگانے سے ہمیشہ احتراز کرتا ہوں۔ تم نے کہا تھا نا کہ مجھے کچھ دن ذلیل کر کے آخر کار مار ڈالو گے۔ لہٰذا اب اس وقت تم مجھے ذلیل کر رہے ہو اور کچھ دیر بعد مار ڈالو گے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ مجھے یہاں دھوکہ دے کر لائے ہو۔ جب تک میں نے تمہاری آواز نہیں سنی تھی صرف دور سے دیکھا ہی تھا اس وقت تک تمہیں عورت ہی سمجھتا رہا تھا لیکن ابھی کچھ دیر پہلے جب تمہارے بورڈنگ میں تمہاری آواز سنی تو بڑا مزہ آیا۔ میں نے سوچا کہ تم باہر

والے ٹویوڈا کی اصلیت سے واقف ہی ہوگئے ہوگے۔ اس لئے اب خاصی تفریح رہے گی اور دیکھو یہ رہی تفریح..... ایک ایسا آدمی تمہاری مرمت کر رہا ہے جسے تم اپنے غلاموں کے حلقے میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ ہاں نادر..... شاباش.....!"

ٹویوڈا کی کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف نکل آئی تھی۔ مصنوعی بال اس جدوجہد کے دوران میں سر سے نکل گئے تھے اور اب اس کے لباس کے نیچے سے نہ جانے کیا کیا الا بلا نکل کر فرش پر گر رہی تھی۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ وہ جسمانی قوت میں نادر سے کم نہیں تھا اور نادر کو دانتوں پسینہ آ رہا تھا۔

ابھی تک وہ اُسے نیچے نہیں گرا سکا تھا۔

"چلو بس بہت ہو چکا۔" فریدی نے کہا۔ "اب اسے پکڑ کر ایک معمولی گرہ کٹ کی طرح گرفتار کرلو۔ یہ جاپان کا فتنہ ہے..... ہاہا..... یورپ کا زرد بخار ہے..... یہ وہ ہے جس نے عہد کیا تھا کہ مجھے قتل کیے بغیر یہاں سے نہ جائے گا۔"

"ہاں میں تمہیں قتل کیے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا۔" ٹویوڈا دھاڑا اور یک بیک نادر کو چھوڑ کر فریدی کی طرف چھلانگ لگادی۔ لیکن فریدی بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ ٹویوڈا جھونک میں آ کر نیچے گرا لیکن زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی فریدی کی ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پر پڑی اور وہ ایک کریہہ چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گیا۔

اب وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی دبائے ہوئے کسی مرتے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا رہا تھا اور خون کی چادر اس کے سینے پر پھیل رہی تھی۔

"کرنل..... بُرا..... بُرا....." نادر چیخا۔

دوسری صبح حمید یقین کرنے پر تیار نہیں تھا کہ ٹو یوڈا کو اس طرح پکڑ لیا گیا ہو گا۔ اس نے فریدی سے پوچھا۔ ''کہیں ہم دونوں خواب تو نہیں دیکھتے رہے ہیں۔''

''بھئی مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ تو کسی چوہے سے بھی بدتر ثابت ہوا۔'' فریدی بولا۔

''مجھے دراصل اسی کی فکر تھی ورنہ اس کے بہتیرے آدمی تو یہاں نصیر آباد میں بھی میری نظروں میں آ گئے تھے۔ انہیں میں سے ایک آدھ کو پکڑ کر میں نے یہ بات معلوم کی تھی کہ مسز وارنر یقینی طور پر ٹو یوڈا کی قیام گاہ سے واقف ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی کو بھی علم نہیں ہو سکتا کہ وہ رہتا کہاں ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس کی آواز سننے سے پہلے اسے نہیں پہچان سکا تھا۔ ویسے اسکیم یہی تھی کہ میں مسز وارنر کو ٹو یوڈا کے خلاف غصہ دلا کر ٹو یوڈا کی قیام گاہ کا پتہ معلوم کر سکوں گا۔ اسی لئے نادر کو وہاں بھیجا تھا اور تمہیں بھی پیچھے لگا دیا تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو اس کے ساتھ بند کر کے آگ لگا دینے کی دھمکی دوں گا۔''

''مگر آپ نے ٹو یوڈا کی آواز کی بڑی شاندار نقل اتاری تھی۔'' حمید نے کہا۔

''لیکن وہ تو فوراً ہی سمجھ گیا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں اس لئے اس نے بھی وہی کیا تھا، جو میں چاہتا تھا۔ اس طرح وہ دھوکے کا جواب دھوکے سے دے کر میرا مضحکہ اڑانا چاہتا تھا۔ حالات کچھ اور ہوتے لیکن نادر نے وہاں پہنچ کر پہلے ہی گڑبڑ مچا دی تھی۔ مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ ٹو یوڈا نے سلویا کو اس لئے اڑا دیا ہے کہ وہ پولیس کو ڈریگی کے سلسلے میں اپنا بیان نہ دے سکے۔ بس نادر اُسے اس عمارت میں دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا اور ٹو یوڈا کے ایک آدمی کو بھی قتل کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں جلد ہی نہ پہنچ جاتا تو اس نے کھیل ہی بگاڑ دیا ہوتا۔''

''یہ ڈریگی کا کیا قصہ تھا۔ کیا اس کا تعلق بھی ٹو یوڈا سے تھا۔''

''صرف اسی حد تک کہ ٹو یوڈا اُسے بلیک میل کر رہا تھا۔ اپنی زبردستیوں سے اُسے یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ جب چاہے اُسے چٹکی سے مسل سکتا ہے۔ لہٰذا ٹو یوڈا کا پیٹ بھرنے کے

لئے اُسے ہر وقت بڑی بڑی رقومات کی فکر رہتی تھی۔ اس سلسلے میں وہ قاسم سے کم از کم تین لاکھ وصول کرنے کے چکر میں تھا۔ لیکن اسی چکر میں بالآخر خود بھی مارا گیا اور اُسے پھانسنے کے سلسلے میں تمہارا کارنامہ یادگار حیثیت کا حامل ہے۔ بڑے ڈھب سے اُسے قانون کے شکنجے میں لائے ہو۔"

"اور یہ نادر۔" حمید نے پوچھا۔"اس کا معاملہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"اوہ..... نادر..... واقعی ایک شاندار آدمی ہے۔ اس نے خود کو یکسر بدل دیا ہے۔ وہ دراصل ڈریگی اور سلویا کے معاملات سمجھنا چاہتا تھا۔"

فریدی نے نادر کی داستان شروع کردی، جو غالباً نادر ہی کی زبانی اس تک پہنچی تھی۔

"مگر..... کیا آپ نے نادر کو پہلے ہی ملالیا تھا۔"

"نہیں وہ تو صرف دو تین رات پہلے کی بات ہے۔ میں اس وقت اس کی کوٹھری میں پہنچ گیا تھا۔ جب وہ وہاں موجود نہیں تھا میں اس سے ملنا ہی چاہتا تھا کیونکہ اس کا رول بھی اس ڈرامے میں کافی دلچسپ معلوم ہوا تھا۔ بہرحال نادر نے اس کے متعلق بہترین نئی اطلاعات فراہم کیں۔"

فریدی نے اُسے بتانا شروع کیا کہ کس طرح ٹویوڈا اُسے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ غالباً اس کا مقصد تو یہی تھا کہ وہ مرعوب ہوکر اس کی ٹولی میں آملے اور اس کے گروہ میں ایک کارآمد آدمی کا اضافہ ہوجائے۔ اس کا اعتراف مجھے آج بھی ہے کہ جہاں تک ذہانت کا تعلق ہے ٹویوڈا ایک دیو ہے اور وہ جانتا ہے کہ کسی آدمی کو کس طرح راہ پر لایا جاسکتا ہے اور اب مجھے ان آدمیوں کو تلاش کرنا ہے جو ٹویوڈا کے غلام کہلاتے تھے۔ ان میں سے بہتیرے ایسے ہیں جو کسی وقت بھی پکڑے جاسکتے ہیں۔"

"مگر ٹویوڈا سلویا کو کیوں لے گیا تھا۔"

"اوہ..... یہ بھی اُس کی ایک عقلمندی ہی تھی، جو پھانسی کے پھندے کی طرح گلے میں پڑگئی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پولیس کو اس کا علم ہوسکے کہ ڈریگی کو بھی کوئی بلیک میل کررہا ہے حالانکہ یہ سارا فتنہ اسی لئے اٹھا تھا کہ وہ ڈریگی کو بلیک میل کررہا تھا۔ اگر یہ سلسلہ نہ ہوتا تو نادر

اس کی راہ پر کبھی نہ لگتا اور مجھے بہت زیادہ جدو جہد کرنی پڑتی۔''

دراصل مجھے نادر پر شبہ تو ہوا تھا کہ وہ کوئی حرکت کرنے والا ہے کیونکہ اس کا ڈریگی کے یہاں ایک باغبان کی حیثیت سے ملازمت کرنا حیرت انگیز تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ یہ کتنا مالدار آدمی ہے۔ بہر حال نادر کی نگرانی کرتا ہوا میں ٹویوڈا تک جا پہنچا۔''

''اب صرف دو نکتے اور باقی رہ گئے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''کٹی پرکنس اور وہ سرمایہ دار جس پر آپ کو ٹویوڈا کا ساتھی ہونے کا شبہ تھا۔''

''وہ حضرات بھی حراست میں ہیں۔ خود ان کے گھر سے ایسی دستاویزات امر سنگھ نے برآمد کرلی ہیں جن سے دونوں کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ کٹی پرکنس کے متعلق کیا بتاؤں۔ بس جمی کارٹر کی وجہ سے وہ بھی سامنے آئی تھی۔ جمی کارٹر اس کا محبوب تھا جسے ٹویوڈا اپنے گروہ میں شامل کرنا چاہتا تھا لیکن چونکہ جمی ہی کی وجہ سے اُسے شکست نصیب ہوئی تھی اور اس فیلڈ میں کہیں کہیں کٹی کا وجود بھی اُبھرا تھا اس لئے جمی کو قتل کر کے اس کی لاش تحفتاً کٹی کو بھیج دی گئی۔ ٹویوڈا ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا تھا جن سے اُسے کوئی نقصان پہنچ جائے یا نقصان پہنچے کا احتمال ہو۔''

ٹویوڈا پکڑ تو لیا گیا مگر اب وہ بین الاقوامی رسہ کشی کا باعث بنا ہوا تھا۔ بہتیری حکومتوں کا دعویٰ تھا کہ وہ ان کا مجرم ہے۔ لہٰذا اُسے اُن کے حوالے کردیا جائے۔ اس میں کافی وقت صرف ہوگیا۔ لیکن پھر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اُسے حکومت جاپان کے حوالے کردیا جائے۔ یہی ہوا اور جاپان میں ٹویوڈا کو بجلی کی کرسی نصیب ہوئی۔

اس کے دوسرے ساتھی جو گرفتار ہو سکے تھے انہیں یہیں کی عدالت نے بڑی بڑی

سزائیں دیں۔ ڈریگی پر قتل کے مقدمات بھی قائم ہوئے تھے۔ لہٰذا اُسے بھی ایک دن تختہ دار پر جانا پڑا اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی گئیں۔

نادر اب ایک شریف آدمی کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ مگر اب وہ تنہا نہیں ہے۔ ایک شریف عورت بھی اُس کے ساتھ ہے۔ سلویا نادر۔ ان کی ازدواجی زندگی بے حد خوشگوار ہے اور اب وہ ماضی میں جھانکنا بھی پسند نہیں کرتے۔

نادر کا خیال ہے کہ ایک نہ ایک دن ہر بُرے آدمی کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ وہ غلط راہوں پر آنکلا تھا۔ اب اگر اس میں اتنی ہمت ہوئی کہ وہ اسی راہ پر واپسی کے لئے مڑ جائے تو یقیناً اُسے وہ راہ مل جاتی ہے جس سے بھٹک کر غلط راہ پر جا نکلا تھا۔ لیکن اگر اس نے یہ سوچا کہ اب واپسی کی زحمت کون گوارا کرے ہوسکتا ہے یہی راہ آگے جا کر اُس راہ سے مل جائے جس پر اسے سفر جاری رکھنا چاہئے تھا تو وہ ہمیشہ دھوکے ہی میں رہے گا اور وہ راہ آہستہ آہستہ اُسے اندھیروں میں دھکیلتی رہے گی۔

ختم شد